خالد بن ولید

(اسلامی تاریخی ناول)

مترجمہ

ضیاء عظیم آبادی

ضیا عظیم آبادی

خالد بن ولید

(اسلامی ناول)

ضیا عظیم آبادی صاحب کے
ناول بہت پسند کیے جاتے
ہیں۔
مشورہ بک ڈپو ضیا عظیم
آبادی صاحب کے اسلامی
ناول کو
مسلسل شائع کر رہا
ہے!
"مشورہ پاکٹ بکس"
میں ضیا عظیم آبادی کا شائع
ہونے والا اسلامی تاریخی
ساتواں ناول ہے
"خالد بن ولید"
ایک اسلامی تاریخی ناول

POCKET BOOK

یہ پاکٹ بکس بالکل نئی پلیٹوں پر طبع کی گئی ہیں
چھپائی صاف ستھری خوشخط اور پڑھنے میں آسان

منشورہ بکس

خالد بن ولید

ایک اسلامی تاریخی ناول
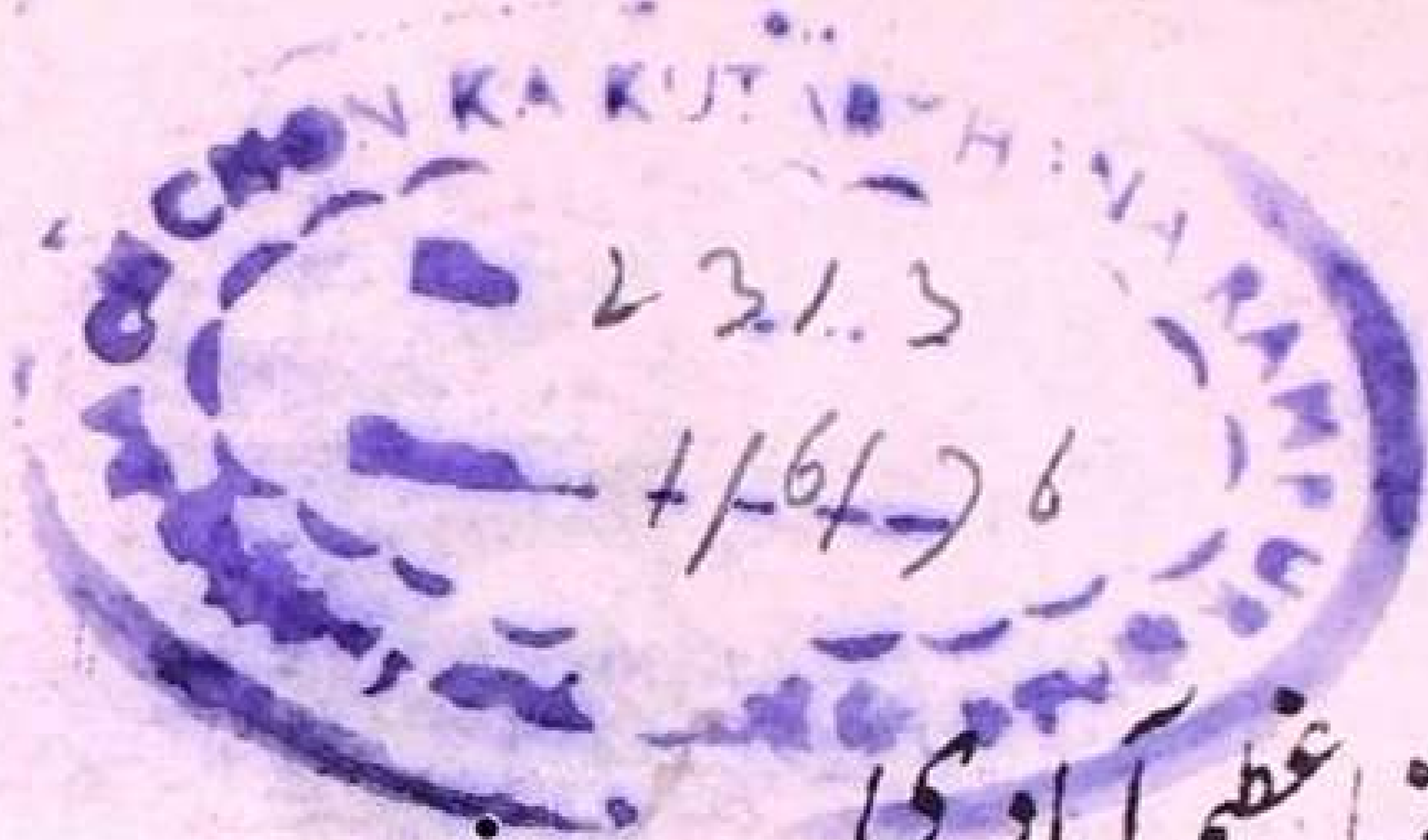
ضیا عظیم آبادی

پاکٹ بک ایڈیشن شائع کردہ
مشورہ بک ڈپو، رام نگر، کرشن نگر، دہلی 51

ناشران مشورہ بک ڈپو
رام نگر، کرشن نگر۔ دہلی 31

مطبوعہ: اعلیٰ پرنٹنگ پریس دہلی

قیمت فی کتاب۔ دو روپیہ
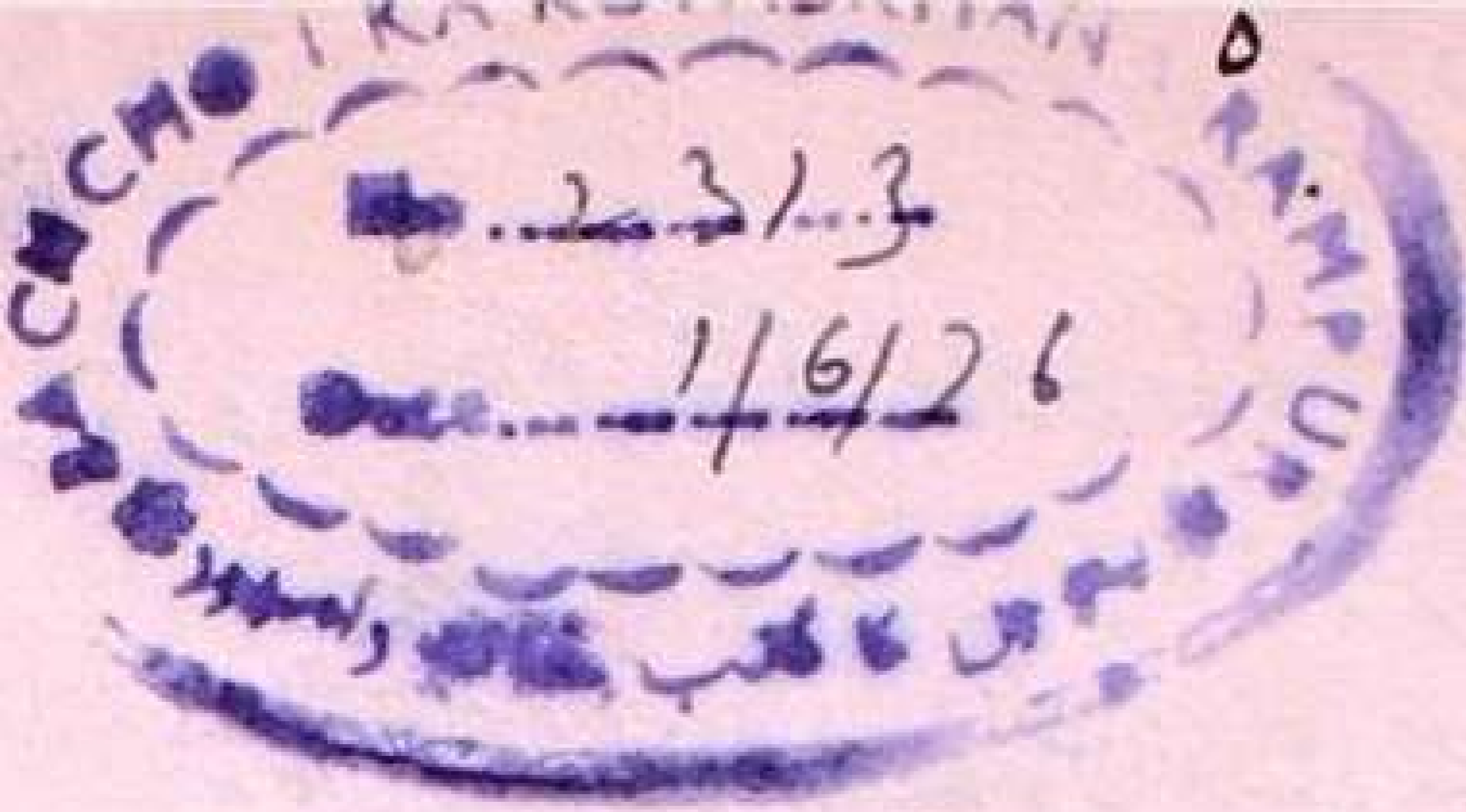
دو باتیں

لیجئے ایک اور اسلامی تاریخی ناول مشورہ بک ڈپو کے توسل
سے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔
آپ سیف اللہ خالد بن ولید رضؓ سے تو ضرور آشنا ہوں گے
وہ بہادر بزرگ ہیں جنکی شمشیر خارشگاف نے دشمنوں کے
دانت کھٹے کر دیئے تھے۔ اور جب پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد
خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے دور میں چاروں طرف سے
فتنہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور سلطنت اسلام نرغہ اعداء میں
گھر گئی تھی۔ اس وقت جیالے اور سورما نے نہ صرف خون برسانی
کی آندھی کو کاٹ کر رکھ دیا تھا بلکہ اُن دشمنوں کو اطاعت
کا سبق بھی پڑھا دیا تھا جنہوں نے سمجھ رکھا تھا کہ حضور اکرم
کے سدھار جانے کے بعد حالات متزلزل ہو گئے ہیں اور خراب
ہو گئے ہیں۔
اس میں شک نہیں کہ اس طرح کے کردار لیکر مجھ سے پہلے
بھی کئی ناول نگار جولانی طبع کے مظاہرے فرما چکے ہیں۔ لیکن دیکھنے
کی چیز یہ ہے کہ ان کو ایک ضخیم ناول لکھنا تھا۔ میدان وسیع تھا۔ اور

خانہ پری کرنے کے لئے نہ جانے کہاں کہاں سے مواد لانا پڑ رہا ہو
ہیں ان کی مساعی جمیلہ کا قدردان ہوں مگر میرا معاملہ برعکس ہے مجھے اد
کا بھی لحاظ کرنا ہے اور اپنے توسن ذہن کو بہکنے سے روکتے ہوئے صرف
اسی قدر بیان کرنا ہے جو حقیقت ہے۔

"تاریخی ناول اگر ایسی دستاویز بن جائے جس سے تاریخ کے طالب
کو کوئی فائدہ نہ پہنچے اور وہ یہ سوچ کر اسے پس پشت ڈال دے کہ یہ تو کہ
قصے ہیں۔ حشو و زوائد سے بھرپور کھلاتا ہیں۔ ہمیں کیا ملے گا۔ تو پھر تار
ناول نگار ناکام و نامراد کہلانے کے سوا اور کیا کہلا سکتا ہے۔"

اس کا فرض تو یہ ہے کہ وہ داستان کے روپ میں اُن حقائق
کو پیش کرے جو تاریخ کی موٹی موٹی کتابوں میں چھپے پڑے ہیں۔ او
جنہیں حالات کی تبدیلی و وقت کی قلت کے باعث زیادہ تر لوگو
کو پڑھنے کا موقع نہیں ملتا۔ اور وہ ان مختصر تاریخی ناول کو ذوق و ش
سے اپنے مطالعہ میں رکھ کر کم از کم اپنے اسلاف کے کارناموں سے
بے خبر تو نہ رہیں۔

جس دور میں گھٹیا اور پست ناولوں کی گرم بازاری ہو اُس
دور میں اگر مشورہ بک ڈپو کے مالک مسلمانوں کی خدمت کے خیال
منافع اور ایک کے چار بنانے سے بے نیاز ہوتے ہوئے تاریخی نا
کی اشاعت کی ضرورت سمجھ رہے ہیں اور خاطر خواہ رقم اس کار خیر پر خ
کر رہے ہیں۔ تو کیا میرا یہ فرض نہیں ہے کہ میں برادران اسلام کے

منے صحیح واقعات رکھ کر دیانت داری سے خدمت کروں۔
اب آپ میری اس کوشش کو ملاحظہ فرمائیں۔ اور ہمیشہ کی طرح
اپنی رائے سے نوازیں۔ میں انتہائی خوش ہوں کہ میرے تاریخی
ناولوں کو قبول عام حاصل ہوا ہے۔ اور دور دراز سے روزانہ میرے
پاس اس سلسلے میں پڑھنے والوں کے ایسے خطوط آتے رہتے ہیں۔ جو
میری ہمت بڑھا رہے ہیں۔ اور یہ یقین دلا رہے ہیں کہ میری محنت
ٹھکانے لگی۔

آپ کا صرف آپ کا
ضیا عظیم آبادی
مقبرہ عالیہ گولہ گنج۔ لکھنؤ

۸ جون ۶۳۲ء کو ریگستان عرب کی سخت ترین گرمی میں آفتاب رسالت ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ گرم گرم خون اچانک جم گیا۔ زندگی کی حرارت یکدم ختم ہو گئی اور ایسا محسوس ہوا جیسے حیات و کائنات بے نور ہو گئی ہے۔

آفتاب رسالت پیغمبر اسلام جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقتاً حیات و کائنات کے لئے نور مکمل ہی تو تھے۔ مسلمانوں کے عقیدے سے قطع نظر انہوں نے عام انسانیت کے لئے وہ کام کئے جس کی بدولت ہر صاحب عقل انہیں خراج محبت پیش کرنے پر مجبور ہے۔

حضور نے دس سال اسلامی دولت مشترکہ کی صدارت فرمائی اور اس عرصہ میں کسی جائز انسانی ضرورت پر پابندی لگانا گوارہ نہیں کیا۔ البتہ غیر مہذب اور بچھڑے ہوئے عربوں کو ایک مرکز پر سمیٹ کر ایسے اخلاقی دائرہ میں محصور کر دیا کہ وہ اپنی خواہشات بھی پوری

کریں - اور ایک تہذیب یافتہ قوم کی حیثیت سے دوسروں کے لئے مثال بھی ثابت ہوں ۔

حضرتؐ کے یہی کارنامے تھے ۔ جن کے باعث لوگوں نے ان کے وصال کے بعد یہ سمجھ لیا کہ ایک بار پھر انقلاب آسکتا ہے اور پرانی روش پر لوٹ جانے کی آرزو کرنے والے باآسانی لوٹ سکتے ہیں ۔ چونکہ تھوڑی سی مدت میں جو کارنمایاں انہوں نے انجام دیئے تھے ۔ وہ انسانی طاقت کے باہر تھے ۔ اور نافہم لوگوں کا اس وہم میں مبتلا ہو جانا کچھ غیر تعجب انگیز امر نہ تھا کہ پیغمبر اسلام کے بعد کس میں یہ صلاحیت ہے جو ان کے نظام کو بحسن وخوبی برقرار رکھ سکے ۔؟

لیکن وہ یہ بھول گئے تھے کہ پیغمبر اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہی تو تھی کہ انہوں نے اپنی تعلیم حقیقی مسلمانوں کی نس نس میں سمو دی تھی ۔ اور ایک ایسی جماعت تیار کر دی تھی جو ہر حال میں ان کے نقشِ قدم پر چل سکتی تھی ـــــ حضور اکرمؐ نے اپنی پوجا کرانا نہیں چاہی ۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے کو اللہ کی طرف سے بندوں کے لئے پیغام حق لانے والا ایک انسان بتایا ـــــ اور مسلمان پیغام حق کے پرستار ہیں وہ پیغام لانے والے کو نہیں پوجتے پرستش تو وہ صرف اللہ کی کرتے ہیں اور بس ۔!

اسی لئے تو جب مبلغ دین نے آنکھیں بند کیں اور حضرت علی و

دیگر عزیز لاش کو غسل و کفن دینے میں مشغول ہوئے تو مسلمانوں کے لئے ضروری ہو گیا کہ وہ خلیفہ کا مسئلہ فوراً طے کریں۔ تاکہ اسلامی دولت مشترکہ ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے صدر سے محروم نہ رہے۔ اور کسی کو بھی من مانی کرنے کا موقع نہ مل سکے۔

وقت انتہائی نازک تھا۔ عقیدت مند غم فراق میں ہوش و حواس کھوئے دے رہے تھے۔ اور عمر فاروق اپنی تلوار لئے چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے۔

"اگر کسی نے ہمارے محبوب نبیؐ اور سردار کے لئے یہ کہا کہ وہ دنیا سے سدھار گئے ہیں تو قسم ہے خداوند قدوس کی۔ میں اس کی زندگی کا چراغ گل کر دوں گا۔"

"دیوانہ محبت کیا کہہ رہا ہے سن رہے ہو۔" انصار نے آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کیا۔

اور مہاجرین نے سوچا

"ہم جب اپنے قدیم وطن مکہ سے بے سر و سامان مدینہ آئے تھے تو یہاں کے لوگوں نے ہماری راہ میں آنکھیں بچھائی تھیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ حسن سلوک کی بات چھوڑ کر خلافت کے دعویدار بن جائیں۔ لہٰذا رسول اکرمؐ کے خسر۔ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے والد اور بزرگ انسان ابوبکر صدیق کو مسند خلافت پر بالاتفاق بٹھا دیا جائے۔

اور ایک بار مدینہ کی مسجد سے آواز بلند ہوئی۔

"خلیفۃ المسلمین امیر المومنین ابوبکر صدیق اسلام کے پہلے خلیفہ منتخب ہوئے۔!"

شیر خدا مولائے کائنات حضرت علی نے یہ آواز سنی اور ایوان خلافت میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

"کیا ہم اصحاب مشورہ میں نہیں تھے۔ ہمارے بغیر کیسے مسئلہ خلافت طے ہو گیا۔؟"

خلیفہ اول ابوبکر صدیقؓ اُن کے احترام کے لئے کھڑے ہو گئے انہیں یاد آ گیا کہ ان کی چہیتی بیٹی رسول اسلام کی بیوی عائشہ صدیقہ رضؓ نے روایت کی ہے کہ رسول پر نور فرماتے تھے۔" علی کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔"

وہ فوراً ان کے قریب آ گئے۔ انہیں معلوم تھا کہ مسند خلافت کے صحیح مستحق یہی ہیں۔ اور سرکار دو عالم بھی ان ہی کو اس عہدے کے لئے مناسب خیال کرتے تھے۔ لیکن حالات کا تقاضہ کچھ دوسرا تھا۔ اور وہ تقاضہ بتانے کے بعد انہوں نے خواہش ظاہر کی۔

" انسانی عقل مکمل نہیں۔ انسان خطا و نسیاں سے مرکب ہے۔ اور میں بھی ایک انسان ہوں۔ مجھے آپ حضرات کے سہارے کی ضرورت ہے۔ اور رسولؐ اسلام نے جو پودا لگایا ہے۔ اس کی آبیاری کرنے میں ہمارا ہاتھ بٹایئے؛ حکومت کا سربراہ بلند نیت ہشیر کاروں اور ساتھیوں کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ ہمیں اسلام اور مسلمانوں

کی خدمت کے لئے اسد اللہ من کل غالب علی ابن ابی طالب کے تعاون کی ضرورت ہے۔ اور نیک مشوروں کی۔!

حضرت علی رسول اکرم کے چچازاد بھائی، پیارے داماد اور دہنا ہاتھ تھے۔ انہوں نے نبی کی گود میں آنکھیں کھولی تھیں۔ بچپن سے اسلام و رسول اسلام کی خدمت کی تھی۔ پھر مسلمانوں کے کام آنے سے کیسے منہ موڑ سکتے تھے۔ اس نام پر تو وہ تن من دھن نچھاور کرنے کو تیار تھے۔ اور اس حقیقت سے کوئی منصف مزاج انکار نہیں کر سکتا کہ خلافت صدیقی وفاروقی کے نیک کارنامے ان ہی کی ذات و برکات کے مرہون منت ہیں۔

خلیفہ اول ابوبکر صدیق کو جب حضرت علیؓ کی مدد حاصل ہو گئی تو وہ منبر پر چڑھے۔ دن کی روشنی اپنے شباب پر تھی۔ مسجد نبوی مسلمانوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ اور سب کی نگاہیں سن رسیدہ اور بوڑھے خلیفہ پر لگی ہوئی تھیں۔ آج وہ اس عہدے پر فائز ہونے کے بعد اپنا سب سے پہلا خطبہ پڑھنے والا تھا۔ ابوبکر صدیق کا کمزور و ناتواں جسم کانپ رہا تھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور سفید داڑھی پر اشکوں کے قطرے اس طرح چمک رہے تھے جیسے سمندر کی لہروں میں خوبصورت موتی ابھر آئے ہیں۔ انہوں نے اپنی کپکپاتی آواز میں خدا کی حمد بیان کرنے کے بعد حاضرین کو مخاطب کیا۔!

"یا ایہاناس — مجھے دیکھو۔ میری طرف دیکھو۔ جس کے سپرد تم نے حکومت کا کام کیا ہے۔ یقین جانو میں تم لوگوں سے ہرگز اچھا نہیں ہوں۔ مجھے ہر قدم پر تمہارے نیک مشوروں کی ضرورت ہے۔ اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرو ورنہ فوراً میری غلطی سے مجھے برسر مجلس آگاہ کردو۔ جس کے سپرد سلطنت کا کام کیا جاتا ہے۔ اس سے سچی بات کہنا عین عبادت اور چھپانا عین بغاوت ہے۔ ان کی آواز گلوگیر ہوگئی۔ وہ خوف خدا سے لرزہ براندام ہوگئے۔ انہوں نے اپنے کو سنبھالا اور پھر سنبھل سنبھل کر بولنے لگے۔

• میری نگاہ میں طاقت ور اور کمزور برابر ہیں۔"

" میں دونوں کے سلسلے میں عدل کروں گا۔"

ساتھ ہی ساتھ تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ میں اللہ اور اسکے رسولؐ کے احکامات کی جب تک پابندی کرتا رہوں اس وقت تک تم بھی میری اطاعت کرتے رہو۔ اور جہاں سے مجھ میں ذرہ برابر بھی فرق پاؤ۔ فوراً میری اطاعت سے باز آجاؤ۔"

سننے والوں نے سنا اور محسوس کیا کہ رسول اللہ کی مقدس تعلیم کبھی نہیں مر سکتی۔ ٹھیک اسی وقت خلیفہ اول نے ایک اور تقریر کی۔

• اے مسلمانو! اگر تم محمد صلعم کی عبادت کرتے تھے تو جان لو کہ وہ وصال فرما گئے۔ اور اگر تم اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ تو وہ زندہ

ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ قرآن کی اس آیت کو کبھی نہ بھولو کہ"
• محمدؐ تمہاری طرح انسان ہیں جنہیں رسول بنا کر بھیجا گیا ہے"۔
• آپ سے پہلے بھی کئی رسول آئے اور وفات پا گئے۔"
• پھر اے مسلمانوں اس آیت کو بھی یاد رکھو!
" محمدؐ تمہیں بھی ان لوگوں کی طرح دنیا سے رخصت ہونا پڑے گا جو تم سے پہلے تھے۔"

اور مسجد نبوی میں مسلمانوں کے رونے کی آواز بلند ہوئی اُن کے صبر کا پیمانہ چھلک پڑا۔ انہیں یاد آنے لگا۔ یہیں حضورؐ ہمیں نماز پڑھاتے تھے۔ اسی منبر سے وعظ فرماتے تھے اور ہمارے دکھ درد میں ایک سچے ہمدرد کی طرح شریک ہوتے تھے۔

ان لوگوں نے اپنے اپنے دل میں عہد کیا کہ وہ اپنے محبوب آقا کے لائے ہوئے دین پر سختی سے قائم رہیں گے۔ اور اسلام کا بول بالا کرنے میں ایک قدم پیچھے نہ ہٹیں گے۔ ابوبکر صدیقؓ کو یاد آیا کہ حضور اکرمؐ شام کے ہوش ٹھکانے لگا دینے کا ارادہ کر چکے تھے۔ مدینہ کے قریب دجرار میں فوج جمع ہونے لگی تھی۔ اور مسلمان ایلچی کے قتل کا بدلہ لینے کا پورا پورا ارادہ تھا۔

جنگ موتہ میں حضرت زید کی شہادت کے بعد شمالی عرب

کے تبائلی بغاوت پر آمادہ ہو چکے تھے۔ اور ان کی سرکوبی لازمی تھی

خلیفہ اول نے ایک جھرجھری سی محسوس کی۔ بوڑھی رگوں میں گرم گرم

خون دوڑا۔ چہرے پر جوانی کے آثار رونما ہوئے اور بلند آواز

میں انہوں نے فرمایا۔

" آقا کی خواہش پوری کرنا غلام کا سب سے پہلا فرض ہے

موت نے جو لشکر حضور کو بھیجنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ وہ ان

کا یہ ادنیٰ غلام بھیجیگا۔ اور ساتھ ہی ساتھ موذن کو حکم دیا۔

" نعرہ تکبیر بلند کرو۔"

" اللہ اکبر۔!"

یہ آواز ایک طرح کا بگل تھی۔ جس کے بعد مردے

بھی قبر سے نکل آنے پر مجبور تھے۔

مدینہ کے علاقے میں جو فوجی جمع ہو رہے تھے۔ وہ لبیک

دوڑے۔

بعض لوگوں نے معنی خیز نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اور

رازدارانہ طور پر کہا۔

" فوج کشی کا یہ وقت نہیں ہے۔ حضور اکرم کی وفات کی خبر

جہاں جہاں پہنچی ہے۔ بغاوتیں پھوٹ پڑی ہیں۔ سمجھنے والو

نے سمجھ لیا ہے کہ بس یہی موقع ہے لوہلا مسلمانوں سے جی بھر کے

اور وہ لوگ بھی تو پھر اپنے آبائی مذہب پر واپس آگرہت پر

مشغول ہو گئے ہیں جنہوں نے مصلحتاً اسلام قبول کر لیا تھا۔

" اسی لئے تو ہمیں اس وقت پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ورت ہے۔ سچ پوچھو تو اسلام پھر مدینہ کی حدود میں سمٹ کر گیا ہے

نبوت کے جھوٹے دعویدار جو سرکارِ دو عالم کی زندگی میں ہلکی آوازیں بلند کر کے رہ گئے تھے۔ اب بڑے اونچے وں میں اپنا راگ الاپ رہے ہیں۔

" خلیفہ کو ذرا سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیئے اور اپنے دے سے باز آنا چاہیئے۔"

یہ سرگوشی یہ کانا پھوسی جاری ہی تھی کہ خلیفہ اول ابوبکر صدیق انہیں پھر مخاطب کیا۔

" مسلمان صرف خدا سے ڈرتا ہے۔ وہ دشمنوں کی یورش اور ہیوں کی بغاوت سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔ مجھے بخوبی احساس ہے قت مسلمانوں پر نازک آگیا ہے۔ لیکن ہم اس سے ڈر کے وش نہیں بیٹھیں گے۔ لشکر جمع کرو۔ اپنے نوجوان ہاتھوں میں لو اور اللہ پر بھروسہ کر کے قدم آگے بڑھاؤ۔ تمہاری اس ح کو جیش اسامہ کے نام سے یاد کیا جائے گا۔"

" بہت خوب! امیر المومنین!"

اسامہ اپنی تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے۔

مسلمانوں میں ایک بار پھر بجلی سی کوند گئی۔ اور انہیں ایسا محسوس
ہوا جیسے سورج بادلوں کی اوٹ سے جھانک رہا ہو۔ طبلِ جنگ
بجنے لگا۔ جانباز قدم سے قدم ملا کر آگے بڑھنے لگے۔ اور فضا
میں ہلالی پرچم اپنی بہار دکھانے لگا۔

خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضؓ نے ایک بار پھر سپہ سالار فوج
اُسامہ کو مخاطب کیا۔

"عظیم سپہ سالار مہم پر جانے سے پہلے میری چند باتیں گرہ
میں باندھ لو۔"

"ارشاد، امیر المومنین۔" اُسامہ ادب سے جھک گئے۔

"میرا مطلب ہے کہ اپنے کو ناقابلِ اعتبار نہ ثابت ہونے
دینا۔ کسی حالت میں بھی سچائی کو نہ ہاتھ سے جانے دینا۔ کسی شخص
کے ہاتھ پاؤں نہ کاٹنا۔ بچوں اور بڑھوں پر تلوار نہ اٹھانا۔
کھجور کے درختوں کو نقصان نہ پہنچانا۔ انہیں آگ نہ لگانا۔ کسی
ایسے درخت کو نہ کاٹنا جو ہرا بھرا ہو اور انسان و حیوان کے
لئے غذا فراہم کرتا ہو۔ اپنی ضرورت کے علاوہ گایوں، ریوڑوں
اور اونٹوں کو نہ مارنا۔ تم وہ گوشت کھا لینا جو اس علاقے کے
لوگ اپنے برتنوں میں لے کر آئیں لیکن اللہ کا نام لے کے
اچھا اب یہ بھی سن لو کہ اگر سر منڈے راہب تمہاری اطاعت کریں
تو انہیں ہرگز تکلیف نہ دینا اور ضرور چھوڑ دینا۔ بس۔ اب جاؤ

خدا کا نام لے کر آگے بڑھو۔ وہی تمہیں تلوار دو با سے بچانے
ہے۔
جیش اسامہ اس شان سے نعرۂ تکبیر بلند کرتا ہوا آگے بڑھا
وفاداروں کے دلوں میں ہلچل مچ گئی۔ سُنی ایک بار پھر جھوم
اور مدینہ سے مکہ تک برق سی تڑپ اٹھی۔
خلیفہ اول حالات سے بے خبر نہ تھے۔ اسی لئے انہوں
سامہ کو روانہ کرتے ہی مجمع پر نظر ڈالی۔ اور انتہائی جوش میں
ے۔
سیف اللہ خالد ابن ولید یہاں آؤ۔ تم اللہ کی تلوار ہو۔ ایسی
جو کفر کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیتی ہے۔ اور ایک
جوشیلا اور کامیاب جرنیل اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اس
دلوں نشانوں کی مچھلیاں ابھری ہوئی تھیں چوڑا سینہ فولادی
ں کی طرح چمک رہا تھا۔ لانبا قد فتح کا نشان معلوم ہو رہا
اور مضبوط کلائیاں تلوار چلانے کے لئے مخصوص طور پر نمایاں
۔
کیا حکم ہے خلیفہ المسلمین!"
کیا حکم ہے امیر المومنین۔"
تمہیں معلوم ہے قبائلی سر اٹھا چکے ہیں اور اُن سرکش لوگوں
تم ہی جھکا سکتے ہو۔ صرف تم ہی اللہ کا نام لے کر آگے

بڑھو اور ایک بار پھر اسلام کا بول بالا کر دو۔"

"انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔"

خالد ابن ولید تو منتظر ہی تھے۔ ان کی تلوار نیام میں مچل رہی تھی اور اسلام کی محبت سے بھرپور خون رگوں میں اچھل رہا تھا۔ بھلا کیوں نہ تیار ہو جاتے۔

ابوبکر صدیقؓ کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ انہوں نے خالد کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

"تم اسلام کی آبرو ہو۔

تم خلافت کی نشان ہو۔"

تم ایک باایمان اور سچے مسلمان ہو۔ مجھے امید ہے کہ مسیلمہ کذاب جیسے باغی کو اگر کوئی سزا دے سکتا ہے تو وہ صرف تم ہی ہو۔ میرے شیر آگے بڑھو اور باغیوں کو بتا دو کہ اسلام کی طاقت کتنی عظیم اور مستحکم ہے۔"

"خدا آپ کی باتوں میں برکت دے۔ خالد نے خلیفہ کے ہاتھوں کو چوم لیا۔

"عظمت تو صرف خدا کے لئے ہے لیکن ہم مسلمان اسی کے نام کو اجاگر کرنے کے لئے تلوار اٹھاتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ وہ ضرور کامیابی بخشے گا۔"

"آمین ثم آمین۔"

تمام اہل اسلام چیخ اٹھے۔

اور خالد بن ولید نے ایک بار پھر ہوا میں اپنی تلوار لہرائی

بصد ادب خلیفہ کی طرف مخاطب ہوئے۔

"کوئی نصیحت۔"

"کس کے لئے۔؟"

صدیق اکبر نے پوچھا

"میرے لئے۔"

"تمہیں نصیحت کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تم اسلام کے آزمائے ہوئے سپاہی ہو۔"

"خدا مجھے ایسا ہی ثابت کرے۔ خالد کے منہ سے بیساختہ

گیا۔

"خدا ان کی مدد ضرور کرتا ہے۔ جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں

نے برجستہ جواب دیا۔

اور مجھے یقین ہے کہ میں اپنی اور اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد سے باز نہیں آسکتا جب

دم بھر سر باقی ہے بڑے سے بڑا باغی بھی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہیں کر سکتا

بن ولید کے چہرے پر حوصلوں کے چاند تارے چمکنے لگے۔

"جزاک اللہ۔ ماشاء اللہ۔"

صدیق اکبر نے دل کی گہرائیوں سے کہا۔ اور وہ سلام کرکے

نے لگے۔ مجمع بیتاب ہوگیا اور مسجد نبوی میں نعرہ بلند ہوا۔

" سیف اللہ خالد بن ولید زندہ باد

اور وہ زندہ وجاوید جرنیل خراماں آگے بڑھے

ــــــ ــــــ

۲
دو

مگر میں گردآ زید کو کسی قیمت پر نہ چھوڑوں گا۔

"تو پھر جانتے ہو یہ تلوار بھی تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گی" اور
[یا]ر نے اپنی پوری قوت سے منصور پر حملہ کر دیا۔

"اوہ۔!"

ایک زور کی چیخ سنائی دی اور منصور کا سر کٹ کر قدموں میں
[لو]ٹنے لگا۔

"تو یوں کہو تم کھڑی تھیں یہ تماشہ دیکھنے کے لئے۔ بڑی
[دل]یر ہو۔" نشہ میں جھومتا ہوا شہریار گردآ زید کی طرف بڑھا
[جو] اپنے محبوب منصور کے ذبح ہونے کا نظارہ دیکھ کر بیتاب ہو
[ر]ہی تھی۔ وہ تو آج چودھویں کی چاندنی میں اس لئے سج دھج کر
[آئ]ی تھی کہ کسی باغ میں محبت کے گیت گائے گی۔ اپنے چاہنے
[وا]لے کی زلفوں میں انگلیاں ڈال کر چھیڑ چھاڑ کرے گی اور پھر

گئے ہیں بانہیں ڈال کر زندگی کے وہ حسین خواب دیکھے گی جو ہر جو
لڑکی دیکھنے کے لئے بیتاب رہتی ہے۔ اس کی تیوریاں چڑھ گئ
آنکھیں خون کبوتر ہو گئیں منہ سے جھاگ اڑنے لگے اور وہ بھو
شیرنی کی طرح للکاری۔

"یہ کیا کیا تم نے۔؟"

وہی جو ہر دیوانہ محبت کرتا ہے۔!" شہریار بولا۔

"تمہاری محبت جھوٹی ہے۔ اگر تم سچ مچ دیوانہ محبت ہوتے
تو میری زندگی کی بہار مجھ سے نہ چھینتے۔"

"رقیب کو اپنی راہ سے ہٹا دینا دنیائے محبت کا دستور رہا ہے
اور میں نے بھی کوئی خلاف دستور کام نہیں کیا ہے۔"

انسانی زندگی سے کھیلنا جانتے ہو کتنا بڑا جرم ہے۔؟"

ہمارے ملک میں یہ جرم نہیں سمجھا جاتا۔ البتہ مسلمانوں کی
دنیا میں بیشک اس کی بہت بڑی سزا ہے۔ تو مسلمانوں کی دنیا ان کے
پیغمبر کے مرتے ہی سمٹ کر مٹھی بھر رہ گئی ہے۔ جسے بہت جلد
ہم آتش پرست کا نام لے کر خاک و خون میں ملا دیں گے۔"

اپنوں پر تلوار چلانے والے ہوس کو محبت کا نام دے کر قتل
عام کرنے والے سیدھی اور نیک راہ چلنے والوں کا بال بیکا نہ
کر سکیں گے۔ زیر قسمت ... سے تشنگ
ان کے جن کا پیغام لانے والے تھے مگر تم نے
پیغام اپنے ... سب [illegible] کیا۔ جو ان کا نام لے کر فتح حاصل کرو

مسلمان آج نہ سہی تو کل تمہارا تختہ الٹ کر رکھ دیں گے۔"

تو یوں کہو کہ تم ایران میں رہ کر مدینہ والوں کے گن گانے
لگی ہو۔ شاید وہ عرب جسے تم پیارے منصور کہہ کر مخاطب کرتی
تھیں اور جو میری تلوار سے ختم ہو چکا ہے اُس نے اپنے مذہب کا
بھی رنگ تم پر چڑھانا شروع کر دیا تھا۔"

جھوٹ نہ بولو۔ کسی پر تہمت نہ لگاؤ۔ مسلمان اپنے دین پر
زبردستی کسی کو نہیں لاتے۔ وہ اپنے مذہب کو پھیلانے کے
لیے الٹی سیدھی باتیں نہیں کیا کرتے بلکہ اپنے اخلاق اور اپنی سچائی
سے دوسروں کا دل بدل کر رکھ دیا کرتے ہیں۔"

"اور منصور نے بھی تمہارا دل بدل دیا تھا۔"

"ابھی تو اُس نے میرے دل میں جگہ بنائی تھی۔"

پھر تو میں نے بڑا عمدہ کیا کہ اسے ختم کر دیا۔ ورنہ دل میں جگہ
بنانے کے بعد وہ صلیب کے نشان کو مٹا کر اسلام کی قندیلیں بھی
روشن کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔

"کاش ایسا ہی ہوتا۔ اگرو آفرید کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو
گئے۔

اور اُس نے دوڑ کر منصور کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ یہ ایک
عرب نوجوان تھا۔

اسلام کی تعلیم سے بھرپور۔ نہ جانے کیسے ایرانی سرحد

کی طرف نکل آیا تھا اور گرد آفرید کی بانہوں میں پھنس کر رہ گیا تھا

اس کا کہنا تھا

پہلے تم اسلام کی ہم نوا بنو پھر ہیں تمہارا بن جاؤں۔"

وہ اُس کے حسن و شباب کو بے نقاب کر دیتی تھی آنکھوں

میں آنکھیں ڈال کر جوانی کے ایک ایک تار کو چھیڑ دیتی تھی۔ اور

اپنے کو آغوش تمنا میں رہنے کے لئے نہ جانے کے لئے کیسے

ہتھکنڈے بدلتی تھی۔ مگر وہ کبھی اسے بھرپور نگاہوں سے بھی

نہیں دیکھتا تھا۔ کبھی کبھی گرد آفرید روٹھ جاتی تھی۔

"معلوم ہوتا ہے جیسے تمہیں میری کوئی پرواہ نہیں ہے۔"

"پرواہ تو بہت ہے۔ مگر خدا اور رسول کے حکم سے انحراف

نہیں کر سکتا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"یہی کہ جب اسلام نے ہمیں صحیح طور پر اپنی ضروریات پوری

کرنے کی اجازت دی ہے تو غلط طور پر قدم کیوں اٹھائیں۔ عورت

کوئی کھلونا نہیں ہے بلکہ ہمارے پیغمبر اسلام نے اسے مرد کا

نصف جسم بتایا ہے۔ پھر سوچو اپنے آدھے جسم کی توہین مسلمان

کیسے گوارہ کر سکتا ہے۔؟"

گرد آفرید چونک پڑتی تھی۔ اُس کے لئے یہ باتیں بالکل

نئی تھیں۔ اُس نے تو ایرانی ماحول میں آنکھیں کھولی تھیں۔ اسی

ایرانی ماحول میں جہاں اپنے ہم جنسوں سے تعلقات رکھنا سب
سے بڑا ہنر سمجھا جاتا تھا۔ راہ چلتی عورتوں کو زبردستی اٹھا کر
اپنے مصرف میں لے لینا شرافت خیال کیا جاتا تھا۔ دوسروں
کی بیویوں پر ہاتھ صاف کرنا بہادری تصور کیا جاتا تھا۔ اور
رنگ رلیاں منانا زندگی کا مقصد سمجھا جا رہا تھا۔ منصور نے
تو اسے بتایا تھا۔

"تم میری روح و جان ہو۔"

"میں سب کچھ تم پر سے لٹا دینے کو تیار ہوں۔"

"لیکن اس وقت تک تمہیں گلے کا ہار نہیں بنا سکتا جب تک تمہاری
روح بھی اسلام کی مہک سے بھرپور نہ ہو جائے۔ مسلمان
بغیر نکاح کیے کسی عورت کو ہاتھ نہیں لگاتے۔"

اور گرو آزید کے سامنے ایک ٹیڑھا سوال اٹھ کھڑا ہوا تھا
وہ اپنے آبائی دین کو چھوڑ مسلمان ہو جائے یا ہمیشہ کے لئے منصور کو
کھو دے۔

ابھی وہ کوئی فیصلہ نہ کر پائی تھی کہ شہریار نے اس کی زندگی
کا چراغ گل کر دیا۔

اور اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اچانک کوہِ غم اس پر ٹوٹ
پڑا ہو۔

اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھانے لگا۔ پیروں کے نیچے سے

زمین نکل گئی۔ اور وہ اپنے محبوب کے سر کو چھاتی سے لگا کر رو پڑی۔

"یہ شرطِ وفا نہیں ہے میرے منصور۔"

"تم نے امتحان گاہ ہی میں میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ ابھی تو تم میرا امتحان لے رہے تھے۔ کم از کم اتنا انتظار کر لیتے کہ میں کامیاب ہوتی ہوں یا ناکام۔ پھر منہ موڑتے تو جائز ہوتا۔

"میرے پیارے تم نے میری دنیا سونی کر دی۔

"مجھے ویران کر دیا۔

اور کہیں کا بھی نہ رکھا۔"

ایک بار صرف ایک بار اپنے خدا سے میری خاطر زندگی مانگ لو میرے منصور۔ تم تو کہتے تھے کہ تمہارا خدا قادرِ مطلق ہے۔ سب کچھ اس کے قبضے میں ہے۔ اور تم نے یہ بھی بتایا تھا کہ تمہارے پیغمبر اسلام اُس کے محبوب ہیں۔ پھر تم اللہ کو اس کے محبوب کا واسطہ دے کر کیوں نہیں جی اُٹھتے۔؟

• میں تمہاری دلہن بننا چاہتی ہوں۔"

• تمہارے قدموں پہ سر رکھنا چاہتی ہوں۔"

اور تمہاری بن کر زندہ رہنا چاہتی ہوں۔"

"آجاؤ میرے محبوب! ایک بار پھر زندہ ہو کر آجاؤ۔"

"جھوٹے دین کے ماننے والے اسی طرح بے موت مرا کرتے ہیں۔"

شہریار نے قہقہہ لگایا۔
منصور کا جینا تو بہت دور رہا۔ منصور کا کوئی ہم مذہب
بھی تمہاری فریاد سننے اس سرزمین تک نہیں آسکتا۔ بس اب
اس کھیل کو ختم کرو
میرے ساتھ چلو۔
میں تمہاری ان سیاہ آنکھوں کا مدت سے متوالا ہوں۔
"خاموش رہو۔"
گرد آفرید نے ڈانٹا۔
"جانتے ہو میں کس کی بیٹی ہوں۔"
"مجھے سب معلوم ہے۔ لیکن ان دنوں ہم ایرانیوں میں جو
پھوٹ پڑ چکی ہے اُس کے تحت ایک کے گھر میں دوسرے کو
ڈاکہ مارنا ضروری ہو گیا ہے۔"
"تو کیا تم میرے معزز باپ کے گھر میں ڈاکہ ڈالو گے۔"
"بالکل۔
میرا فیصلہ اٹل ہوتا ہے۔ میں تمہیں اپنا بنا کر تمہارے باپ
کی عزت کی دھجیاں اڑا دوں گا۔"
"تم ایسا کبھی نہیں کر سکتے۔"
"اگر یہ خیال ہے تو میں ایسا کر کے دکھائے دیتا ہوں" شہریار
گرد آفرید کی طرف بڑھا۔

وہ خوبصورت ناگن کی طرح بل کھاتی ہوئی اس کا وار خالی دے کر نکل گئی۔

"کتنی پیاری ادائیں ہیں تمہاری۔ ان ہی پر تو میری جان جاتی ہے۔

اب آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ۔" اُس نے اپنی دونوں باہیں پھیلا دیں۔

"بدتمیز

ناہنجار

کمینے

دور ہو جا۔" گرد آزید نے اپنی اپنی پتلی پتلی انگلیوں کو ڈھیلا کر کے اسے بھرپور طمانچہ لگایا۔

"بڑی بھولی ہو۔ اتنا بھی نہیں سمجھتیں کہ شیر کو جگانے کا انجام کیا ہوگا۔"

"بہت سے بہت موت۔"

"ہاں موت بھیانک موت۔"

"شہریار نے ایک کمسن عورت کو ڈرانے کے لئے اپنی تلوار فضا میں بلند کی اور پھر اس کی طرف اس طرح بڑھا جیسے کوئی شیر اپنے شکار کی طرف بڑھتا ہے

گرد آزید نے دونوں ہاتھوں سے اس کی تلوار پکڑلی۔ اس

ی نرم نرم انگلیاں زخمی ہو گئیں۔ خون بہنے لگا۔ اور وہ بیتاب
ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔

"بدنصیب کسے دیکھ رہی ہے۔"

"مسلمانوں کے خدا کی مدد کا انتظار کر رہی ہوں۔"

"اب تک منصور ہی کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ ٹھہر جا
میں تجھے بھی وہیں پہنچائے دیتا ہوں جہاں وہ گیا ہے۔" شہریار
نے ایک جھٹکے کے ساتھ تلوار اس کی گرفت سے کھینچی۔ زخمی
انگلیاں اور لہولہان ہو گئیں۔ خون کے فوارے چھوٹنے لگے۔ گرد آفرید
دودھ کی طرح سفید چہرہ کچھ اور سفید ہو گیا۔ وہ پیچھے ہٹی۔ مگر
شہریار دوڑ کر اس پر تلوار چلانے کو آمادہ ہو گیا۔

"یہ کیا۔؟"

اچانک اُس کے منہ سے نکل گیا۔ اور اپنی تلوار کے دونوں
ٹکڑوں کو دیکھنے لگا جو اُس کے قدموں میں پڑے تھے۔

"خدا کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔"

گرد آفرید کے منہ سے نکل گیا۔

اور شہریار کو ہوش آیا اس نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک عرب
اس کے قریب سفید گھوڑے پر سوار مسکرا رہا ہے۔"

"بس دکھا چکے تلوار کے جوہر۔"

اس نے استہزائیہ انداز میں پوچھا۔

"تم کون ہو۔"

شہریار نے دریافت کیا۔

"جو تم دیکھ رہے ہو۔"

عرب گھوڑے سے اترتا ہوا بولا۔

"لیکن تم مسلمان کے قدم ہماری سرزمین پر آئے کیسے۔؟"

"ہم مسلمان اللہ کی طرف سے اس کی زمین پر بادشاہت کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں پھر ہمارے لئے یہ سوال ہی بیکار رہے کہ ہم تمہاری سرزمین پر کیسے آئے۔؟"

"تو یوں کہو کہ تمہارے سر میں ہم پر حکومت کرنے کا جنون سوار ہے۔"

شہریار للکارا۔

"حکومت کرنے کا نہیں بلکہ تمہیں انسانیت سکھانے کا سودا ضرور ہے ہمارے سر میں۔"

عرب سوار نے جواب دیا۔

"مگر تمہارا نام کیا ہے۔"

"خالد بن ولید۔"

"سیف اللہ۔"

گرد آفرید چیخی۔

"لیکن میرا یہ لقب تمہیں کس نے بتایا۔؟"

خالد لڑکی کی طرف مخاطب ہو گئے۔
تمہارے اسی مسلمان نے جس کا سر تمہارے سامنے کٹا
رہا ہے۔"
گرداآفرید نے منصور کے سر کی طرف اشارہ کیا۔ اور خالد
لید کی آنکھوں کے ڈورے سرخ ہو گئے۔
اس مظلوم کو کس نے قتل کیا۔
انہوں نے پوچھا۔
شہریار نے ہ"
اور گرداآفرید کے منہ سے اپنا نام سنتے ہی شہریار کو
آگیا۔
اس کا سارا نشہ ہرن ہو گیا۔
وہ پورے جسم سے کانپنے لگا۔
ڈر گئے۔؟
خالد بن ولید نے اس سے پوچھا۔
بیوقوف ہم مسلمان نہتے قاتل پر ہاتھ نہیں اٹھاتے۔
ری تلوار دو ٹکڑے ہو چکی ہے۔ پھر تم سے لڑنا ہی کیا
ہماری لڑائی ایک سے ہوتی بھی نہیں ہے۔ ہمارا ایک
مان ایک سو سے اکیلا لڑتا ہے۔ اور ہم اپنے اس
م بھائی کا عیوض اس طرح لیں گے کہ تاریخ عالم ہمیشہ یاد

رکھے گی۔ مگر ابھی نہیں ۔ وقت آنے پر اس وقت تم آ
جاؤ۔!"

"جملہ۔؟

کیا فرمایا آپ نے۔؟

شہریار حیرت کے دریا میں ڈوب گیا۔

اس کے وہم میں بھی نہ تھا کہ کبھی کسی پر قبضہ حاصل
کرنے کے بعد بھی چھوڑا جا سکتا ہے۔ وہ تو بس اتنا ہی جانتا تھا
کہ قتل کرو چھپ چھپ کر وار کرو اور مظلوموں کو ستاؤ۔ اس کے
دل و دماغ میں ہلچل سی مچ گئی۔

تمہیں تعجب کیوں ہو رہا ہے۔؟

خالد بن ولید نے دوبارہ کہا۔

مسلمان صرف اللہ کے لئے لڑتا ہے اپنے نفس کے
لئے نہیں۔

کیا تم نہیں جانتے کہ جنگ خیبر میں جب ایک سرکش کو
حضرت علی نے زیر کیا تو اس نے منہ پر تھوک دیا تھا۔ آپ
فوراً اس کے سینے پر سے اُتر آئے تھے۔ پوچھنے والوں نے
پوچھا تھا۔

"یا حضرت اتنے مشکلوں سے زیر کرنے کے بعد آپ نے
اسے ذبح کیوں نہیں کیا اور سینے پر کیوں اُتر آئے۔ تو مولائے

نے جواب دیا۔
اب اگر اسے مارتا تو اپنے نفس کا بھی دخل ہو جاتا چونکہ
غصہ آگیا تھا۔ اور جب غصہ ختم ہوا تو آپ نے دوبارہ
زیر کر کے واصل جہنم کر دیا۔"
یہ واقعہ بیان کرنے سے آپ کا مقصد کیا ہے بہادر
زدار۔؟"
گر د آفرید درمیان میں بول اٹھی۔
میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اپنے مسلمان بھائی کا کٹا
ر دیکھ کر میری آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے ہیں اور میں غصہ
بھر پور ہو رہا ہوں۔ ممکن ہے اس وقت بدلہ لینے میں میرے
کا دخل ہو جائے اور مسلمان اپنے نفس کا بندہ نہیں ہوتا
پنے اللہ کا بندہ ہوتا ہے۔
مگر اس ظالم کو پھر آپ پائیں گے کیسے۔؟"
گرد آفرید نے کہا۔
خدا ہماری ہر قدم پر مدد کرے گا۔
جاؤ۔ تم اس وقت آزاد ہو۔"
شہریار کو خالد بن ولید نے دوبارہ حکم دیا اور وہ آہستہ
قدم اٹھانے لگا۔
پھر آپ نے اپنی چادر اتار کر منصور کی لاش لپیٹی۔ اپنی

عبا کا کونہ پھاڑ کر گرد آفرید کی زخمی انگلیوں پر باندھا اور گھوڑے
پر سوار ہوتے ہوئے کہا۔
" اگر تجھے کچھ خوف ہو رہا ہے لڑکی تو میں تجھے تیرے گھر تک پہنچا دو
" لیکن ایرانی تو آپ لوگوں کے جانی دشمن ہیں۔" آپ تن د
ان کے درمیان کیسے جائیں گے۔" گرد آفرید نے اندیشہ ظاہر کیا۔
ہماری موت ہماری زندگی کی خود حفاظت کرتی ہے۔ آؤ گھ
پر بیٹھ جاؤ۔"
خالد بن ولید نے سہارا دے کر گرد آفرید کو بٹھایا۔ او
اُس کے گھر کی طرف اس انداز سے قدم بڑھا دیئے۔ جیس
مسلمانوں کے لئے کہیں خوف و خطر ہے ہی نہیں۔

☆

۳

یمن

خالد بن ولید کے کارناموں کا صحیح احساس اور عظمت
کا پتہ اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جب ان کے دور کے حالات
کو بھی کسی قدر سمجھ لیا جائے۔

عرب کے شمال میں بغاوت فرو کرنے کے ضمن میں
مسلمانوں کا تصادم بعض ایسے عرب قبیلوں سے ہوا جو حیرہ
کے ماتحت تھے۔ اور حیرہ کی حکومت نیم عرب تھی۔ جو ایران
کے زیر اقتدار قائم تھی۔ نقشہ کو سامنے رکھ کر اگر غور کیا جائے
تو باسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ اس تصادم کا آغاز کس طرح
ہوا۔ جس نے بعد میں ایک سخت ترین کشمکش و مستقل سلسلہ
کی صورت اختیار کر لی۔

عرب کا شمالی مشرقی کنارا جو کلدہ کی سرحدوں تک

ا ہوا ہے

اُس زمانے میں ایرانیوں کے قبضے میں تھا۔ فرات کے
والی شاخ کے جنوب میں ایک بنجر علاقہ ہے۔ یہ علاقہ نفوذ
ب کے سلسلے کی کڑی ہے جو بوراد تک چلا گیا ہے۔ اُس
شمال میں خساراں کی سطح مرتفع اور قدیم تدمور کا علاقہ
ا ہوا ہے۔

اس وسیع علاقے پر آج کل کی طرح بدوی قبائل چکر
ا کرتے تھے۔ آج اُن بدوی قبائل کے نام بدل چکے ہیں
ن ان کے حالات و اخلاق بہت کچھ قدیم ہی ہیں۔ ان
ئل کی زیادہ تعداد مذہبًا عیسائی تھی۔ شام کی جانب کے
ل بنو غسان کی طرح بازنطینوں کے ماتحت تھے۔ مشرق
جانب کے قبائل بنو تغلب کی طرح ایران کے زیر اثر تھے
قبائل کا خونی رشتہ عربوں کے ساتھ بلاشبہ تھا اور ان
دوستانہ و برادرانہ تعلقات بھی قائم تھے۔

فرات کے ڈیلٹا میں عرب خاصہ آباد ہو چکے تھے۔ یہ عرب
پنے دوسرے رشتہ داروں کی طرح بدوی زندگی ترک کر کے
تی باڑھی کرتے تھے۔

ان حالات کے پیش نظر یہ ایک فطری اور طبعی بات تھی
جب خلیج فارس کے مشرقی کناروں پر مسلمان اور باغی

لڑنے لگتے تھے تو اس کا اثر ان کے ہمسایہ قبائل پر بھی پڑتا تھا جو اب...
کی رعایا تھے۔

شمال کی طرف سے جو چھاپے پڑتے تھے وہ بہت...
انتقامی رنگ اختیار کر لیتے تھے۔ جس کی مثال آج سے...
پہلے برطانوی عہد کے سامنے رکھ کر یوں دی جا سکتی ہے...
وسطی ایشیا میں روسی و انگریزی اقدام کے کارن جو گڑ...
کرتے تھے وہی صورت قبل بھی تھی۔

دجلہ اور فرات ان دو دریاؤں سے سیراب ہو...
والی سرزمین پرانے وقتوں سے سلطنت قائم کرنے وال...
کا نشانہ بنتی رہی ہے۔

آرمینیہ کے پہاڑوں سے نکل کر ایک طرف سے دریا...
دجلہ اور طورس کے پہاڑوں سے نکل کر دوسری طرف فرا...
خلیج فارس کی طرف اپنے بہاؤ کا نظارہ کراتے ہیں۔ ک...
دور تک یہ دونوں الگ الگ بہتے ہوئے پھر ایک ہو جا...
ہیں۔ اور وہاں اپنا اصل نام کھو کر شط العرب کا لقب...
اختیار کر لیتے ہیں۔ اس علاقے کا بالائی حصہ پرانے زما...
میں سمیر یوٹیمیا کہلاتا تھا۔ زیریں حصہ سیلاب کا شکار رہا کرتا تھا۔ کلاہ اور با...
کہلاتا تھا عرب اس حصہ کو عراق کہا کرتے تھے
ان مشہور دریاؤں کے کنارے بڑے بڑے شہر آباد ہو چکے ہیں۔ قدیم نینوا اور موجودہ موص...

ے قریب تھا۔ اور جہاں آشوری بادشاہوں کا پایۂ تخت تھا
سی دجلہ کے کنارے آباد تھا۔

ایرانی حکمرانوں کا مدائن ازمنہ وسطیٰ کے خلفا کا بغداد جو
ب ترکی گورنروں کا صدر مقام ہے۔ دجلہ ہی کے کنارے آباد
تھا۔ اسی طرح فرات کے کنارے قدیم بابل حیرہ اور کوفہ وغیرہ
باد تھے۔

دجلہ کے پیچھے کئی پہاڑوں کے مشرق میں وہ ملک واقع
ہے جسے عرب عراق عجم کہتے ہیں۔ اور جسے ایران کا مرکز
ہونے کا شرف حاصل تھا۔ جزیرہ نمائے عرب سے بغاوت
ے تمام اثرات ختم کر دینے کے بعد خالد بن ولید نے حیرہ
طرف جو چھاپے مارے جاتے تھے ان کو کچل دینے کا
م اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ ہر چند ایرانی گورنروں نے
رحد پر بڑی روک تھام کی تھی اور عربوں سے خاصی جنگ
ی تھی پھر بھی ان کے چھکے چھوٹ گئے تھے اور حیرہ نے تو
ہت معمولی سی مزاحمت کے بعد مسلمانوں کے آگے ہتھیار ڈال دیئے
تھے۔

اتنے لمبے چوڑے علاقے میں باغیوں کا کچل ڈالنا اور ان
اطاعت پر تیار کر دینا یہ معمولی دل گردے کے انسان
ے ممکن نہ تھا۔

اسی لئے ان کا لقب سیف اللہ یعنی اللہ کی تلوار قرار پایا
چونکہ ان کی شمشیر بُرّاں نے جو کام کیا وہ خدا ہی کی برکت کا نتیجہ
تھا۔

وہ محض ایک فوجی جرنیل ہی نہیں تھے۔ بلکہ اپنے پہلو میں
دلِ درد مند بھی رکھتے تھے۔ اسی لئے تو جب وہ گردآفرید کو
لئے ہوئے اُس کے مکان پر پہنچے تو اس کا باپ جو عباسی
بدّو تھا اور ایرانی علاقہ کا باشندہ انہیں سر سے پیر تک
دیکھتا ہوا بولا۔

"تم مسلمان ہو۔؟"

"الحمد اللہ! یہ شرف تو ضرور حاصل ہے۔"

خالدؓ نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جواب
دیا۔

"تم نے میری لڑکی کو مجھ تک بحفاظت پہنچایا ہے اور
اس کے زخموں پر پٹی بھی باندھی ہے اس لئے مجھ پر
تمہاری تواضع واجب ہو گئی۔ اندر آ جاؤ۔"

وہ اپنی مجروح بیٹی گردآفرید کی طرف دیکھتا ہوا خالدؓ
ولید سے مخاطب ہوا

انہوں نے بغیر کسی جھجک کے اس کی دعوت قبول
کرلی۔

گھوڑے کو سبزہ زار پر چرنے کے لئے چھوڑا اور خود اُس
کے ساتھ گھر میں داخل ہو گئے۔
یہ عیسائی بدو تھے تو عرب نسل کے مگر ایرانی علاقہ میں
رہنے کے باعث ان میں تھوڑا سا فرق ضرور آگیا تھا۔ مکان
میں وحشت و بربریت کے ساتھ ساتھ کسی قدر آرائش و
زیبائش کی بھی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔ خالد اطمینان
سے ایک گداز گدے پر بیٹھے ہی تھے کہ وہ عیسائی اونٹنی کا
دودھ پنیر اور کچھ انگور لئے ہوئے داخل ہوا۔
"اس وقت یہی حاضر ہے۔"
"خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہارے یہاں کی اس
نعمت میں میرا حصہ بھی قرار دے دیا۔"
خالد نے بلا تکلف انگور کے خوش رنگ دانے اٹھا کر
منہ میں ڈال لئے۔
گرد آزید کا باپ انہیں غور سے دیکھتا ہوا بولا
"تم بہت بہادر معلوم ہوتے ہو۔"
"کیا مطلب۔؟"
خالد نے پوچھا۔
"میرا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں گہری
دشمنی ہے۔ مگر تمہیں اپنے دشمن کے یہاں کی چیزیں کھاتے

ہیں کوئی اعتراض نہیں ہو رہا ہے۔ کیا معلوم میں نے ان میں زہر ملا دیا ہو۔ عدنان نے کہا۔

"جس طرح مجھے تمہارے زہر ملانے کا علم نہیں ہو سکتا اسی طرح یہ بھی تو نہیں معلوم کہ میری موت تمہارے ہی کھانے کے بہانے لکھی ہوئی ہے۔ ہر چیز کی خبر رکھنے والا صرف خدا ہی ہے اور اسی کے قبضۂ قدرت میں ہماری تمہاری جانیں ہیں پھر ہم کون ہوتے ہیں اپنی حفاظت کرنے والے" خالد نے دودھ کا پیالہ منہ سے لگاتے ہوئے کہا۔

"ہوں!"

عدنان زیر لب منمنایا۔ اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ ان مسلمانوں کو اپنے خدا پر کتنا بھروسہ ہے۔ اسی لئے تو یہ کسی چیز سے نہیں ڈرتے ہیں۔

اس کا دل آپ ہی آپ کانپنے لگا۔ اور ایک ہیبت سی اس پر طاری ہو گئی۔ اس نے بات کا رخ بدلنے کے لئے کہا۔

"میری بیٹی آپ کو کہاں ملی۔؟"

سرحد کے قریب ایک نخلستان میں۔!

"کیا اکیلی تھی۔؟"

"نہیں۔" وہ ظالم بھی تھا جس نے اس کی انگلیوں اور

تیلیوں کو زخمی کیا ہے۔"

" شہر یار۔"

عدنان کے منہ سے نکل گیا۔

" میں نام نہیں جانتا البتہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ کوئی عجمی

جوان تھا۔

" تم نے اس کو تو کچھ نہیں کہا۔

عدنان گھبرایا۔

" ابھی تو میں نے اسے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔

خالد نے جواب دیا۔

" اچھا کیا تم نے۔ وہ کوئی غیر نہیں تھا۔ میرا ہی بھیجا

آدمی ہے۔"

" تو یوں کہو کہ تم اپنی بیٹی کو خود زخمی کرانا چاہتے تھے۔"

خالد نے پوچھا۔

" نہیں نہیں ایسی تو کوئی بات نہ تھی۔ عدنان گھبرا گیا

میں نے تو صرف اس مسلمان نوجوان منصور کو قتل کر دینے

کا اسے حکم دیا تھا جو چند دنوں سے نہ جانے کیوں کر سرحد

پار کر کے یہاں چلا آیا تھا اور گرد آفرید کو دام محبت میں

گرفتار کر کے گمراہ کرنے پر آمادہ تھا۔

" پھر تو تم نے بہت بڑا کام لیا ہے شہر یار سے۔"

"بھلا یہ تو بتاؤ انعام کیا دیا ہے اس کا۔؟"

خالد نے پوچھا۔

" ابھی دیا کہاں ہے۔

عدنان نے کہا۔"

پھر۔؟

خالد نے سوال کیا۔

دینے کا وعدہ کیا ہے۔"

عدنان نے بتایا۔

"کیا دینے کا وعدہ کیا تھا۔

خالد نے پوچھا۔

"میں نے اس سے کہا تھا کہ گروآفرید کو تمہیں دے دوں گا۔"

"کیا کہا۔؟"

قریب کھڑی ہوئی گروآفرید چیخ اٹھی۔

" تم سمجھی نہیں بیٹی۔ یہ میں نے کہا تھا محض۔ مگر ایسا کرنے کا کوئی خیال تھوڑی تھا میرا۔"؟

عدنان نے بیٹی کو سمجھایا۔

" خیال نہیں تھا تمہارا بلکہ ایک خون ناحق اس کے سر پر لادنے کے لئے تم نے سنہری خواب دکھایا تھا۔" خالد نے

ید بولے۔

اپنا کام نکالنے کے لئے انسان کو بہت کچھ کرنا پڑتا ہے
ز میں نے بھی اپنا کام نکالا۔ اگر یہ سبز باغ نہ دکھاتا
وہ کبھی منصور کی جان لینے میں کامیاب نہ ہوتا۔"

زبان نے کہا۔

مگر تم یقین کرو کہ تمہیں شہریار کے ساتھ کئے
ئے وعدہ کو پورا کرنا پڑے گا اور جو انعام اُسے
ینے کو کہا ہے وہی دینا ہو گا۔" خالد بن ولید کے
ر بگڑ گئے۔"

"آپ کیوں کہہ رہے ہیں یہ بات معزز سردار۔"
گرد آفرید بےچین ہو گئی۔

" وہ آتش پرست ہے مسلمانوں کا جانی دشمن آپ
قوم سے اس کی قوم کی پرانی عداوت ہے۔ ؟

" سب کچھ ٹھیک ہے۔ لیکن مسلمان عداوت دشمنی
باعث اپنے دشمن کے حق کو مارنا پسند نہیں کر سکتا۔
ی لڑائی میدان میں ہو گئی۔ منصور کے خون کا بدلہ
ت لیا جائے گا۔ اور اُس کے ساتھ کئے ہوئے وعدے
پورا کرنے کا سامان بہ زور شمشیر کیا جائیگا۔" خالد
اپنی تلوار نیام سے نکال لی۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ مسلمان اپنے پرائے دوست دشمن سب کے معاملہ میں عدل کو کیوں اتنی شدت سے پسند کرتے ہیں!"

عدنان گھبرا گیا۔

"اس لئے کہ اللہ عادل ہے اور ہم اس کی سرزمین پر عدل کے خلاف کسی کو قدم اٹھاتے نہیں دیکھ سکتے"

خالد بن ولید نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

گرداً فرید کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ وہ شہریار سے نفرت کرتی تھی۔ اس کے ہاتھ منصور کے خون سے رنگے ہوئے تھے وہ کیسے اس کی ہو کر رہ سکتی تھی۔ بیباکانہ انداز میں بولی۔

"یا شیخ آپ کے بھائی کا وہ قاتل ہے۔ ابھی تو لاش بھی آپ نے دفن نہیں کی ہے۔ پھر آپ کے زخم کیسے بھر گئے۔

"ہمارے زخم بھرے نہیں ہیں، لیکن ہم انتقام کے نشہ میں اندھے نہیں ہو سکتے۔"

مگر یہ بھی تو سوچئے کہ ہم عیسائی ہیں اور شہریار آتش پرست اُس کے ساتھ کیسے رشتہ قائم ہو سکتا ہے، عدنان نے ایک اور چال چلی۔

"یہ تم نے اُس سے وعدہ کرتے وقت کیوں نہیں سوچا تھا۔"
خالد بن ولید کھڑے ہوتے ہوئے بولے۔ اور باپ بیٹی دونوں کی زبانیں بندھ گئیں۔
ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا جواب دیں۔ خالد بن ولید کا رعب اُن دونوں پر بری طرح چھا گیا۔ اُن میں یہ ہمت نہ تھی کہ وہ کچھ کہتے۔
"تم کون ہوتے ہو ہمارے معاملے میں دخل دینے والے"
وہ سر جھکائے دروازے تک پہنچانے آئے۔
خالد بن ولید نے باہر نکلتے ہوئے پھر ایک بار اُن کو ہدایت کی۔
"تمہیں اپنا وعدہ پورا کرکے رہنا ہوگا۔"
اور پھر پردۂ شب میں باہر آگئے۔ گھوڑا انتظار کر رہا تھا۔
منصور کی لاش بدستور اس پر رکھی ہوئی تھی۔ اور رکاب پکڑے کوئی کھڑا تھا۔
"تم ؟"
خالد بن ولید نے شہریار کو پہچان لیا۔
"جی ہاں میں ہوں۔" دیوار سے کان لگا کر میں نے سب کچھ سُن لیا ہے۔ "سمجھ میں نہیں آرہا ہے آپ کے قدم چوموں یا آپ کے سامنے تو اپنی زندگی کے چراغ گُل کر دوں۔"
"اللہ اور اُس کے رسول کو پہچاننے کی کوشش کرو۔ وہی تمہارے حق میں خوبصورت ہو گا۔ کریں گے۔" خالد بن

ولید نے جواب دیا ۔
اور اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی
وہ پلک مارتے ہی ہوا سے باتیں کرنے لگا ۔

☆

چار ۴

بات کچھ معمولی نہ تھی!"
وہ رات عدنان گرد آفرید اور شہریار کے لیے
باہمت کی رات بن گئی تھی۔
اُن کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس رُخ پر
چیں۔
عدنان اِن باغیوں میں سے ایک تھا۔ جو رسولؐ
م کے وصال کی خبر پاتے ہی علمِ بغاوت بلند
نے میں پیش پیش تھے۔ اُسے خالد بن ولید سے
ری پوری دُشمنی تھی۔ مگر جو اُنھوں نے اُس کی بیٹی
ساتھ سلوک کیا تھا۔ جس طرح اپنی عبا پھاڑ کر

اُس کے زخموں پر پٹی باندھی تھی۔ وہ بھی اس کے دماغ سے بھولے نہیں بھول رہا تھا۔

وہ کبھی سوچتا — !

"میں نے غلطی کی مجھے گھر آئے ہوئے دشمن کا کام تمام کر دینا چاہیئے تھا۔ اگر اُس کی ہیبت "تلوار اُٹھانے کی اجازت نہیں دے رہی تھی۔ تو کھانے میں زہر ملا دینا تو آسان تھا — !!

اور کبھی خیال کرتا۔

مسلمان کتنے جری اور با اخلاق ہوتے ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ اس سرزمین پر باغی بستے ہیں، پھر بھی بغیر کسی ڈر و خوف کے میرے گھر آگیا۔ اور اتنا ہی نہیں میرے یہاں کا کھانا بھی اُس نے بیدھڑک کھا لیا۔

وہ یہ بھی تو کر سکتا تھا کہ باغیوں کے گھرانے کی ایک لڑکی کو زخمی ہوتے دیکھتا اور تالیاں بجاتا ہوا یا اس کے حُسن و شباب سے لُطف اندوز ہونے کے لیئے اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بٹھا کر اُدھر کا رُخ کرتا جدھر اُس کے اور ساتھی تھے۔ لیکن وہ اُسے بحفاظت میرے پاس پہنچا گیا — کتنا نیک اور شریف انسان ہے۔!"

وہ سوچتے سوچتے بوکھلا گیا۔ زبردستی سونے کی کوشش کرنے لگا۔

بالکل اسی طرح شہر یار بھی زبردستی سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر اُس کی آنکھوں سے نیند اُڑ گئی تھی۔

وہ آنکھیں بند کرتا تو اُسے ایسا معلوم ہوتا جیسے منصور خون میں نہایا ہوا اپنا سر ہتھیلی پر لیے اُس کے سامنے کھڑا ہوا کہہ رہا ہے۔

"تم نے بڑا احسان کیا ہے مجھ پر تت" جامِ شہادت سے سیراب کر دیا۔

میں تمہارا ممنون ہوں۔

تمہاری وجہ سے مجھے شہید کا رُتبہ ملا ہے۔ اور تم جانتے ہو شہید مرا نہیں کرتے۔ میں بھی مرا نہیں ہوں۔

میں زندہ ہوں اور ہمیشہ زندہ رہوں گا۔"

شہریار گھبرا کر آنکھیں کھول دیتا۔ اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا۔

اُس کا رُواں رُواں خوف سے کھڑا ہو جاتا اور پھر اُسے اُس کا خیال آتا۔

ایک مسلمان جسے بے خطا میں نے خوبصورت عورت کے لالچ میں قتل کر دیا وہ تو مرنے کے بعد بھی میرا احسان مان رہا ہے۔ اور ایک وہ بوڑھا بدر عیسائی عدنان ہے۔ جس نے محض اپنا کام نکالنے کے لئے مجھ سے جھوٹا وعدہ کیا۔ میرے ہاتھوں کو خونِ ناحق سے داغدار کرایا۔ اور یہ سمجھا کہ اس نے مجھے فریب دے کر کوئی بہت بڑا نیک کام کیا ہے۔

فوراً ہی اُس کے کانوں میں خالد بن ولید کے الفاظ گونجنے لگے۔

"تمہیں اپنا وعدہ پورا کرنا پڑے گا۔"

اور اُس کے اندر کا چھُپا ہوا اِنسان بیتاب ہوجاتا۔

ضمیر ٹھوکے دینے لگتا۔

اور اُس کا بے اختیار جی چاہتا کہ وہ ایسے نیک سیرت بُزرگ کے قدموں سے لپٹ جائے۔ اور کہے۔:

"اِنسانیت آپ لوگوں پر ختم ہوگئی۔ آپ دُشمن کے ساتھ بھی انصاف کرتے ہیں۔

بیشک آپ کا دین سچّا ہے۔

آپ کا پیغمبر اور آپ کا خدا وعدہ لاشریک ہے۔

وہ عالمِ اضطراب میں بڑھنا چاہتا۔ لیکن رات کی تاریکی اُسے روک دیتی۔

قمری مہینے کی ابتدائی تاریخوں کا چاند ڈیڑھ پہر رات گذرنے کے بعد ڈوب چکا تھا۔ چاروں طرف اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا۔

دشت و جبال گھٹا ٹوپ سیاہی میں چھُپ گئے تھے۔ پہاڑ دیو کی طرح نظر آرہے تھے۔

اُس کے دل میں ایک دہشت پیدا ہوتی۔ اور وہ پھر اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا۔

لیکن ایک ہلکی سی خلش پیدا ہوتی۔ میٹھا میٹھا درد شروع ہوجاتا۔

اور وہ سوچنے لگتا۔

رات اندھیری ہے۔"

سب لوگ خراٹوں کی نیند سو رہے ہیں۔"

یہی وقت ہے۔

مجھے عدنان کو ختم کر دینا چاہیئے۔

اس نے مجھے قاتل بنایا ہے۔

انسانی زندگی سے کھیلنے کی ترغیب دی ہے۔ اور دین و دنیا کہیں میرے لئے ٹھکانہ نہ رکھا ہے۔

مجھے ضرور اُسے ختم کر دینا چاہیئے۔

وہ بے تحاشہ اُس کے مکان کی طرف بھاگنا چاہتا تھا۔

منصور کی تصویر پھر سامنے آجاتی۔

مزید گناہ نہ مول لو میرے دوست۔ نیکی نیک راہ بڑی پیش راہ ہے۔ ابھی تمہارے ہاتھوں سے میرے ہی خون کی سرخی غائب نہیں ہوئی ہے۔ تم اسے اور لال کرنے کے لئے آمادہ کیوں ہو رہے ہو۔! سب کچھ خود ہی طے نہیں کیا جاتا کچھ اللہ پر بھی چھوڑا جاتا ہے۔"

اور شہریار کے بڑھتے ہوئے قدم رک جاتے۔

وہ عالم تصور میں منصور کے قدموں پر گر کے اُن کے تلووں سے اپنی آنکھیں رگڑنے لگتا۔ اور رات دبے پاؤں آگے بڑھتی جاتی۔ آگے بڑھتی جاتی اور ساتھ گرد آزیدے کے دل کی دھڑکنیں بھی منزل بہ منزل آگے

بڑھتی جاتیں۔

وہ بھری پُری دُنیا میں اپنے کو اکیلا پا رہی تھی ۔۔۔!

اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے اُس کی مانگ اُجڑ گئی ہے۔

کشتِ تمنّا پر بجلیاں ٹوٹ پڑی ہیں۔ اور آرزوؤں کے محل میں آگ لگ گئی ہے۔

اُس کے سامنے اُس کا محبوب منصور کھڑا ہے لطیف ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی ہے۔ اور اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ رہا ہے

"دیکھو میں لال جوڑا پہنے ہوئے ہوں۔ سر سے پیر تک سُرخ ہو رہا ہوں۔" شاہانہ جوڑا ایسا ہی تو ہوتا ہے۔ میں دولہا بن گیا ہوں میری گرنار زبیدہ۔"

"آؤ تمہیں بھی دلہن بنا دوں۔"

"آؤ میرے قریب آؤ۔"

مگر ہاں ٹھہرو۔ تمہارے گلے میں ابھی تک صلیب پڑی ہوئی ہے۔ اور تم جانتی ہو ہم مسلمان صرف ایک خدا کے قائل ہیں۔ ہمیں یہ تثلیث گوارہ نہیں اگر تم ہمیں پانا چاہتی ہو تو کلمہ پڑھو۔ جان منصور لا الٰہ الا اللہ۔"

ہاں ہاں میں کلمہ پڑھوں گی۔ اب یہ کلمہ حق ہی

ے اپنی امن و امان میں لے سکتا ہے۔ وہ آپ ہی
پ بولنے لگی۔

اور پھر فوراً چونکی۔

کہیں کسی نے سُن تو نہیں لیا۔

اُس کا باپ آج جاگ رہا تھا۔ اُسے کسی پہلو
ر نہیں مل رہا تھا۔

بار بار خالد بن ولیدؓ کا یہ جملہ کانوں سے ٹکرا
تھا۔

"تمہیں شہریار سے کئے ہوئے وعدے کو پورا
ا ہو گا۔"

اُسے معلوم تھا کہ مسلمان زبان کے پابند
تے ہیں۔ وہ جو مُنہ سے نکال دیتے ہیں۔ اُسے
ور پورا کرتے ہیں۔

اُسے اپنے معاملات میں یہ دخل سخت گراں
را تھا۔

اس نے کھڑکی کھول کر باہر کی طرف دیکھا۔

سفیدی سحر نمودار ہو رہی تھی۔ صبح کاذب کی تجلیاں
پھیلتی جا رہی تھیں۔ اور باغیوں کا سردار مسلمہ بن
ذاب کچھ لوگوں کے ساتھ ایک ایک مکان پر
از دے رہا تھا۔

"مسلمانوں کا نام و نشان مٹانے کیلئے گھروں
ے نکل آؤ۔"

"ان کے پیغمبر کا وصال ہو چکا ہے۔"

"اُن کی طاقت ٹوٹ گئی ہے۔"

اُن کا بوڑھا خلیفہ کچھ نہیں کر سکتا۔"

"بس یہی موقعہ ہے صفحۂ ہستی سے اہلِ اس[illegible]

کو مٹا دو۔"

عدنان کے کان کھڑے ہوئے وہ مسلمہ بن کذا[illegible]

کی شخصیت سے واقف تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ یہ ا[illegible]

ایسا پہاڑ ہے۔ جس پر فولادی تلواریں پڑنے ہو[illegible]

ٹیڑھی ہو جاتی ہیں۔ ان کی دھار کُند ہو جاتی ہے۔

اور وہ دیوانہ وار گھر سے باہر نکل گیا

"سردار۔"

اُس نے مسلمہ بن کذاب کو پکارا۔

"کہو۔"

وہ مخاطب ہوا۔

"کیا سچ مچ مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔"؟

"جس طرح آفتاب کی روشنی کا یقین کر رہے ہو[illegible]

اس کا بھی یقین کرو کہ اب ایک مسلمان بھی رو[illegible]

زمین پر زندہ رہنے پائے گا۔" چاروں طرف سے بغاو[illegible]

کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ عنقریب مدینہ پر حملہ ہو[illegible]

والا ہے!

اور باغیوں کا لشکر اتنا وسیع ہے۔ جس کی تاب

اہلِ اسلام لا ہی نہیں سکتے۔"

"پھر تو میری ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں" عدنا[illegible]

خوشی سے ناچنے لگا۔

اُسے مسلمانوں سے وحشت تھی۔
وہ سوچ رہا تھا۔ کہ کہیں سچ مچ خالد بن ولید
اُس سے وعدہ پورا کرا کے نہ رہیں۔؟
اُس کی باچھیں کھل گئیں۔
وہ مسرور ہو کر مسیلمہ بن کذاب کے ساتھ آگے
بڑھنے لگا۔
صبح کاذب کی روشنی صبح صادق کی روشنی میں بدل
رہی تھی۔ تارے جھلملا رہے تھے۔ آسمان صاف ہوتا
جا رہا تھا اور چاروں طرف اُجالا پھیلتا جا رہا تھا۔
مسیلمہ بن کذّاب نے دجلہ و فرات کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے کہا۔
"اے دیکھنے والوں اپنی آنکھیں کھول کر بخوبی
دیکھ لو۔"
مسلمانوں کے دُشمنوں کا لشکر ٹھاٹھیں مار
رہا ہے۔ اور اب کوئی ایسی طاقت نہیں جو اسے دُنیا میں باقی
رہ سکے۔"
عدنان نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ اُسے دُور
سے خیموں کی قطاریں نظر آئیں۔

بلا

عدنان صلیب بلند کئے ہوئے چیخ رہا تھا۔

"عیسیٰ مسیح ہمیں ضرور فتح یاب کریں گے۔

اس میں شک نہیں کہ باغیوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی
میلوں دور تک خیمے ہی خیمے نظر آرہے تھے۔ دجلہ وفرات کے
[کنا]رے یہ ایک وسیع میدان تھا۔ جس میں خیموں
[ک]ی قطاریں دور تک پھیلی ہوئی تھیں

مسلمہ بن کذاب نے یہاں پہنچتے ہی اپنے چند آدمیوں
[کے] ذریعہ تمام باغیوں کو اطلاع کرادی کہ سب لوگ تیار ہوکر
[خیم]وں سے نکل آئیں

مسلمہ بن کذاب تمام علاقہ میں سب سے زیادہ بہادر
[ما]نا جاتا تھا۔ اسی لئے اکثر لوگ اس سے ڈرتے
تھے ــــ اور وہ جو چاہتا کرتا تھا۔ اس نے کچھ لوگوں

کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ اور وہ ان لوگوں کی بدولت ہی دجلہ
دزات کے کنارے بسنے والے لوگوں پر بے تاج کی بادشاہی کیا
کیا کرتا تھا۔

اور اب بھی اس نے انہی لوگوں کے ذریعہ باغیوں کو علم
بغاوت اٹھانے کی ترغیب دلائی تھی۔

مسلمہ بن کذاب کو اس بات کا پورا یقین تھا کہ
وہ ضرور فتح یاب ہوگا۔

لوگ خیموں سے نکل نکل کر میدان میں جمع ہونے
لگے۔

ہر آدمی کی تلوار میان سے باہر نظر آ رہی تھی
ان تمام لوگوں میں بھی بھرپور جوش نظر آ رہا تھا۔ اکثر
لوگوں کے ہاتھوں میں ڈھالیں اور جسموں پر زرہ
بکتریں موجود تھیں۔ اور کچھ لوگ تلوار اور نیزے
ہی اکتفا کئے ہوئے تھے۔

مسلمہ بن کذاب ایک اونچے ٹیلے پر کھڑا ہو کر
باغیوں کے اس عظیم الشان لشکر کا معائنہ کرنے لگا
حدِ نظر تک باغیوں کے نیزے نظر آ رہے تھے۔
اُس کے چہرے پر غرور و تمکنت کے آثار نمایاں ہو گئے
اور پھر اُس نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کیا۔

"بہادر جوانو! ——— ! آج وہ وقت آگیا ہے

م میری قیادت میں مسلمانوں سے دل کھول کر بدلے لوگے۔
ں کہ ہم لوگوں کی تعداد ایک لاکھ سے قطعی کم نہیں ہے اور میرے
وسوں نے مجھے بتایا ہے کہ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد ہمارے
کر سے بہت کم ہے۔ اس لئے ہم اپنے دشمنوں کو پیس کر رکھ دیں
۔"

مسلمہ بن کذاب نے ان چند الفاظ کے ساتھ اپنی تقریر
م کر دی۔

اور اس کے ساتھ ہی باغیوں نے طبل جنگ بجا کر مسلمہ بن
اب کی پیروی میں مکمل علم بغاوت بلند کر دیا۔

پانچ

طبل جنگ کی آواز سے میدان گونج رہا تھا۔

خالد بن ولید ایک ہاتھ میں اسلام کا سبز جھنڈا اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لئے اپنے سفید عربی گھوڑے پر جل کھا رہے تھے۔ ان کی فوجیں باغی لشکر کے مقابلہ میں کم تھیں۔ مگر اللہ کی محبت ۔

رسول کی عظمت اور اسلام کے نشے میں سرشار کھوئی ہوئی تھیں۔

انہوں نے اپنے نوجوانوں کی طرف غور سے دیکھا۔ اور پھر مسکراتے ہوئے فرمایا۔!

فرزندان اسلام! تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کی طاقت سب
بڑی اور مستحکم ہے۔ اور تم اللہ ہی کیلئے تلوار بلند کرنے یہاں
ے ہو۔ تمہارے سامنے باغیوں کا لشکر جھوم رہا
۔ ان کے ہتھیار اپنی چمک دمک سے آنکھوں میں
چوند پیدا کر رہے ہیں اور انہوں نے یہ سمجھ لیا
کہ اسلام کا نام صفحہ ہستی سے ہمیشہ کے لئے مٹ
ے گا۔ مگر بیقین جانو اسلام کی حفاظت کا وعدہ خدا
خود کیا ہے۔ اگر ہمارا بچہ بچہ بھی حق کے لئے قربان
ا تو بھی دنیا مسلمانوں سے خالی نہ ہو گی۔ ہمارے
قطرہ خون سے کلمۂ توحید پڑھنے والے ابھریں
۔ اور اپنا ہلالی پرچم مشرق سے مغرب تک لہرانے
گے۔ پھر دشمن کی کثرت سے گھبرانا کیوں۔ اس
فت سے خوف کھانا کیا۔ بڑھو اور خدا کا نام لے کر
بار پھر اسلام کے نام کو اونچا کر دو۔ بڑھو۔ بڑھو۔
نعرہ تکبیر۔!
اللہ اکبر۔"

میدان جنگ کا ذرہ ذرہ دہل اٹھا۔ حق پرستوں
ز نے آتش کدوں اور کلیساؤں میں زلزلہ پیدا کر دیا
عوام گھبرا اٹھے اور لشکر کثیر کے پہلوان حیرت

سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

" یہ کیا۔؟"

باغیوں کا سردار مسلمہ بن کذاب اپنا وزنی اور آہنی

گرز ہلاتا ہوا فوج کو للکارا۔

تم اتنے بہادر اور لاکھوں نوجوان ہونے کے بع

بھی چند مٹھی بھر مسلمانوں سے خوفزدہ ہو رہے ہو

ارے نادانوں یہ تو محض شبیر تابعین ہیں انہیں

اونچی اونچی باتیں کرنا ہی تو بس آتا ہے۔ تم ان

سے ڈرو نہیں یہ تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے

ان کی موت انہیں گھیر کر تمہارے علاقہ میں لائی۔

تم شانے سے شانہ ملا کر آگے بڑھو اور انہیں چن

چن کر قتل کر دو۔

مسلمہ بن کذاب کی آواز بہت اونچی تھی۔ فوج

میں اس کا اچھا خاصہ اثر تھا۔ اور اس کے ایک

اشارے پر دنیا ادھر سے ادھر ہو سکتی تھی باغیو

کا پورا لشکر حرکت میں آگیا۔ گھوڑے سوار دس

آگے بڑھا ہی تھا کہ مسلمان ٹوٹ پڑے۔ ان

سے اکثر کے پاس زرہ بکتر نہیں تھا۔ وہ لوہے کی ایسی

ٹوپیاں نہیں پہنے ہوئے تھے جن سے ٹکرانے کے بعد تلو

ہو جاتی ہے۔

ان کے لباس سادہ تھے۔ ان کے پیٹ خالی تھے
ی فوج مختصر تھی۔ مگر ہمت اور لگن ضرور تھی۔ وہ اللہ
ام کی رٹ لگا رہے تھے۔ نشہ توحید میں جھوم
ے تھے۔ اور بار بار آواز بلند ہو رہے تھے۔

نعرہ تکبیر۔"

اللہ اکبر۔"

اللہ اکبر۔"

اور باغیوں کو ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی غیبی طاقت
کا ساتھ دے رہی ہو۔ فرشتے ان کے پشت پناہ
۔ اور اللہ خود ان کی طرف سے لڑ رہا ہے

ایک ایک مسلمان دس دس باغیوں کو ختم کئے دے
تھا۔ جس غازی کو موقع ملتا وہ کافروں کا آپس میں
اکر پاش پاش کر دیتا۔ اور انہیں گیند کی طرح سپہ
ر لشکر کی طرف پھینکتا ہوا بیجتا۔

دیکھ لو اپنے بہادروں کا انجام۔"

پہچان لو اپنے مرنے والوں کی صورتیں۔"

اس کے بعد بھی اگر ہمت ہے تو بھیجو دوسروں کو موت کی
ا میٹھی نیند سونے کے لئے۔

باغیوں کا لشکر یہ دیکھ کر سوسو بل کھا رہا تھا۔ عدنان جو
مسلمہ بن کذاب کے حکم سے لشکر کے ایک حصہ کی قیادت
کر رہا تھا۔ غصّہ سے آگ بگولہ ہوگیا۔ اور اپنی پوری
قوت سے چیخا۔

"بہادرو! تم ٹولیاں بنا بنا کر ایک ایک مسلمان
سپاہی سے جنگ کرو۔"

"خوش آمدید!

مسلمان سپاہی مسکرائے۔

"ٹولیاں نہیں پورا لشکر بھیجدو ہمارا ایک ایک سپاہی
الگ الگ ان کا خیر مقدم کرے گا۔ اور سچ مچ ان لوگوں
نے ایسا ہی کیا۔

عدنان کے کہنے میں آکر جیسے ہی باغی دس دس بیس
بیس یکجا ہو کر کسی مسلمان کو چاروں طرف سے گھیرتے
وہیں وہ اپنی تلوار کے جوہر دکھانا شروع کر دیتا۔ میدان
جنگ میں کوندا لپک رہا تھا۔ ایک مجاہد کی تلوار دس
کا صفایا کئے دے رہی تھی۔ اور میدان ہاتھ سے
نکلا جا رہا تھا۔

بوڑھے عدنان کو پسینہ آنے لگا۔ وہ گھبرا کر مسلمہ بن
کذاب کی رکاب پکڑ کر فریاد کرنے لگا۔

"یا سردار مدد کرو!"

"ہمت نہ ہارو۔"

مسلمہ بن کذاب نے اسے کوڑا مارا۔

"جاؤ اور لڑائی کی آگ کو بھڑکاؤ۔"

"مگر کس سے لڑنے کو کہتے ہو سردار!" مارے خوف اس کی آواز کانپنے لگی۔

"مسلمانوں سے اور کس سے کہتا ہوں۔ مسلمہ بن کذاب کی طرح دہاڑا۔

"مگر یہ انسان نہیں۔"

عدنان نے کہا۔

"پھر کیا ہیں۔؟"

مسلمہ بن کذاب نے پوچھا۔

"قسم ہے چاند اور سورج کی قسم ہے عیسٰی ابن مریم کی یہ انسان ی فولاد ہیں۔ مقابلہ تو انسان سے ہوتا ہے۔ شیروں نہیں اور ان کی حیثیت شیر ہی کی ہے

"تو پاگل ہوگیا ہے۔

مسلمہ بن کذاب نے لات ماری۔ اور عدنان لڑکھڑاتا دور جا گرا۔

"کمبخت بزدلی دکھاتا ہے۔"

"تجھ جیسے انسان کی ہمیں ضرورت نہیں۔
دور ہو جا میری نظروں سے۔"
عدنان نے اپنے کو سنبھالا۔
گرنے سے بچایا
سردار لشکر کی طرف دوڑا۔
"میں بزدل نہیں ہوں سردار۔"
"پھر تو کیا ہے۔"
"آپ کا سچا دوست اور مسلمانوں کا پکا دشمن۔"
"پھر دل کیوں چھوڑتا ہے۔ مرد ہے تو کود پڑ جلتی
آگ میں۔"
"کودنا تو چاہتا ہوں مگر کودا نہیں جاتا ہے سردار
مجھ سے۔!"
"کیوں نہیں کودا جاتا۔"
"اس لئے کہ جن سے تم نے ہمیں لڑنے کا حکم دیا۔
وہ دجلہ و فرات کے کنارے بسنے والے بنیے و بقال نہیں
ہیں بلکہ شیران اسلام ہیں۔"
"مجھے شیروں کو زیر کرنا بھی آتا ہے۔"
"شیر زیر نہیں ہوا کرتے۔"
"کیوں نہیں زیر ہوتے میں انہیں زیر کرکے رہوں گا

مسلمہ بن کذاب غصہ سے پاگل ہوگیا۔
"اب بھی موقع ہے واپس لوٹ چلو پہاڑوں کے
(د)روں میں چھپ جاؤ اور شب خون مارو۔" عدنان نے
(م)شورہ دیا۔
"یہ باتیں اس وقت سوچنے کی نہیں ہیں بعد میں
(د)یکھا جائے گا۔"
"وقت گزر جانے کے بعد سوچنا بے کار ہوتا ہے۔"
"لیکن میرے رہتے وقت گزر نہیں سکتا۔"
"محض وہم ہے مسلمہ۔"
"وہم نہیں حقیقت ہے۔"
"حقیقت تو وہ ہے جو میں پیش کر رہا ہوں۔"
"تیری عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں تو ڈرپوک اور بزدل
ہے۔ میں تجھے ایک لمحہ کے لئے گوارہ نہیں کر سکتا۔"
(م)سلمہ بن کذاب نے عدنان کو دوبارہ دھکیل دیا۔ اور فوج
(ک)ے میمنہ و میسرہ پر نظر ڈالی۔ ناعاقبت اندیشی نے
(ا)س کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور وہ کوڑے برساتا
(ہ)وا پیدل فوج پر بگڑا۔
"کیا دیکھ رہے ہو۔ آگے بڑھو۔ اور مسلمان سواروں
کے گھوڑوں کی ٹانگیں کاٹ دو۔"

اور باغی فوج کا پیدل دستہ دوڑا۔ اس نے کھٹ کھٹ اسی
وقت مسلمانوں کے گھوڑوں کی ٹانگیں کاٹنا شروع کیں جبر
وقت وہ حملہ آوروں کے شدید حملوں کا جواب دینے
میں مصروف تھے۔ انہوں نے گردن جھکا کر دیکھا بھی نہیں
کہ اندر ہی اندر ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے
اچانک ان کے گھوڑے بیٹھے اور وہ بجائے زین کے
زمین پر آ رہے۔ دشمنوں نے سمجھا مار لیا میدان۔ پہلے
ہی روز کی جنگ میں فتح حاصل ہوگئی۔ اور سوار و پیدل
دونوں دستوں نے مل کر حملے کرنا شروع کر دیئے۔

مسلمان اللہ کے نام پر ہر طرح کی لڑائی لڑنے کے
لئے پہلے سے تیار تھے
وہ فوراً چونکے اور تلوار کو اس طرح گھمانے
کر ان کو گھیرنے والے کائی کی طرح خود بخود ہٹ
باغیوں کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور مسلیم
کذاب تڑپ اٹھا۔ اس کی یہ چال بھی کامیاب
ہو سکی۔
اس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ وہ اپنا ہونٹ
کاٹنے لگا۔ مگر فوری طور پر وہ کسی دوسرے رخ
سوچ نہیں پا رہا تھا۔
اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ روشنی غائب

تھی۔
اجالا اندھیرے سے گلے مل کر رخصت ہو رہا تھا۔
اور آفتاب آرام کرنے کے لئے دامن کوہ میں چلا
رہا تھا۔
اسے بہت اچھا موقع ہاتھ آگیا۔ اس نے فوراً ہی
ہنتے ہوئے لڑائی روکی۔
ہمارا دستور ہے کہ ہم دن کو لڑتے ہیں۔ اور
شام جنگ دوسرے دن کے لئے روک دیتے
ہیں۔ لہٰذا اب جو ہونا ہوگا کل ہوگا۔"
"ٹھیک اسی وقت مغرب کی اذان کی آواز بلند ہوئی
اور خالد بن ولید کا لشکر اپنے سپہ سالار کی امامت میں
اپنے پیدا کرنے والے کے حضور میں جھک گیا۔ اور
زنان ان کا ڈسپلن ان کی تنظیم اور ان کی یکجہتی دیکھ
دل ہی دل میں سوچنے لگا۔
"کیا یہ قوم کبھی ختم ہو سکتی ہے۔ اور اُسے ایسا معلوم
ہوا جیسے چاروں طرف سے ایک ہی جواب مل رہا ہے
ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا ایسا
کبھی نہیں ہو سکتا۔
☆

چھ ۶

مسلمہ بن کذاب ۔
ایک شاطر۔ دغاباز ۔ فریب کار اور ضدی آدمی تھا
نے رات گئے اپنی چھاؤنی میں مخصوص ساتھیوں کو
یا ۔ اور انگوری شراب کے پیالے چھلکاتا ہوا بولا۔
آج کا میدان کس کے ہاتھ رہا ۔ ؟"
ہمارے ہاتھ ۔"
ایک خوشامد خور چیخا ۔
جھوٹے فنا ہو جا اسی وقت ۔"

ابن کذاب نے اپنی تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیے
اور حاضرین خوفزدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگے
اور مسلمہ بن کذاب نشہ میں جھومتا ہوا اپنی جگہ سے
کھڑا ہوا۔

" اس بیوقوف کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ہر موقع پر خوشی
نہیں چلا کرتی۔"

اس نے مقتول کے مردہ جسم پر ٹھوکر لگائی۔ حقیقت
یہ ہے کہ ہمارے نوجوان بے دریغ قتل ہوئے ہیں۔
ان کے خون سے میدان کارزار میں جل تھل ہو گیا اور
کشتوں کے پشتے لگ گئے۔"

" سچ کہتے ہیں آپ سردار۔"

عدنان نے تائید کی۔

" میں بیشک سچ کہتا ہوں۔ مگر یہ سب کچھ تیرے
کارن ہوا تو نے ہی اپنے دستے کو صحیح طور سے لڑنے
کی ہدایت نہیں کی۔ سب کے خون کا تنہا ذمہ دار تو ہے"
ابن کذاب نے قہر آلود نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

" میں۔؟"

وہ گھبرا گیا۔

" ہاں تو۔"

ر......"

دنان کچھ کہنا چاہ رہا تھا کہ مسلمہ بن کذاب نے
سے بھرا ہوا شیشہ کا پیالہ اُس کے منہ پر دے

وہ چیخ اٹھا۔

سردار۔ !"
اور شیشہ کے ٹکڑے اس کے چہرے کو زخمی کرتے
ے ادھر ادھر بکھر گئے۔
کتنا خوبصورت معلوم ہو رہا ہے تیرا چہرہ۔" ابنِ کذاب
طنزیہ ہو گیا۔
عیسیٰ مسیح کو خدا کا بیٹا کہنے والا۔ ذلیل کتا جب
لِ کتاب ہو کر دوسرے اہلِ کتاب والوں کا نہ ہو سکا
ن کے خلاف لڑنے پر آمادہ ہو گیا تو ہم لوگوں کا کیسے
سکتا ہے۔ دور ہو جا میرے سامنے سے۔" ابن کذاب
زور سے اس کے ٹھوکر ماری۔ اور عدنان لڑکھڑا

ابن کذاب نے قہقہہ بلند کیا۔ ہا ہا ہا ہا۔ کتنا
صورت ناچ ناچ رہا ہے۔ ہاں ذرا دکھا تو اپنا ناچ
عدنان کا ہاتھ پکڑ کر اُس نے کھڑا کر دیا۔

وہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ یہ سلوک ہوگا اس کے ساتھ۔ اپنے چہرے سے خون پونچھتا ہوا گڑگڑانے لگا

"میں رقص کرنا نہیں جانتا سردار۔"

"اگر نہیں جانتا ہے تو میں تجھے بتائے دیتا ہوں"

مسلمہ بن کذاب نے تلوار کی نوک اس کی پسلیوں میں کھبونک دی

"اوف۔"

وہ تڑپ اٹھا۔

"اب تو معلوم ہوگیا کیسے ناچا جاتا ہے۔ اگر نہیں معلوم ہوا ہے تو یوں معلوم کرلے۔" ابن کذاب نے دوسرا ہاتھ مارا۔

دھڑ سر سے الگ ہوکر تڑپنے لگا۔

"لو دیکھو اب آگیا اسے صحیح ناچ ناچنا۔" ابن کذاب نے تمسخرانہ انداز میں اس کے جسم کی طرف سب کو مخاطب کیا۔

آج اس کا دماغی توازن برقرار نہیں رہا تھا۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کا جانی دشمن تھا۔ اس نے سمجھا تھا کہ انہیں پہلے ہی قدم پر شکست دے کر اپنے کو شاد کرسکے گا۔

خالد بن ولید کی قیادت میں لڑنے والوں نے کچھ
ہر دکھائے تھے کہ اس کے ہوش رحواس جاتے
تھے۔
میدان جنگ اُس کے ساتھیوں کے خون سے سرخ
تھا۔ لاشوں کا انبار اس کے دل و دماغ میں
بجائے دے رہا تھا۔ اور بغاوت کی آگ اس
ے وجود کو جلائے ڈال رہی تھی۔
س کے برعکس اسلامی لشکر میں مکمل سکون

زخمی سپاہیوں کی مرہم پٹی کرتے ہوئے خالد بن
ہیں تشفی دے رہے تھے۔
سلمان جیتا ہے تو غازی مرتا ہے تو شہید۔ لہ سے
لت میں خسارہ نہیں۔ اور بہادر نوجوانوں تم بھی
ے میں نہیں رہے۔ آج کی اولین جنگ میں جو
اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں ان کے بال بچوں
ورش بیت المال سے کی جائے گی۔ ان کے متعلقین
مسلمان اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھے گا۔ اور
زخمی ہو گئے ہیں۔ وہ اس وقت تک یادالٰہی
شغول رہیں گے جب تک خدا ان سے دوبارہ

جہاد میں شریک ہونے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے

مسلمان ایک خدا پرست قوم ہے۔ وہ ہر حال
اس کی مرضی پر چلنا اپنے لئے ضروری سمجھتی ہے۔
تمہیں یہ فخر ہے کہ تم مسلمان ہو۔ اپنا کوئی لمحہ خدا
یاد کے بغیر نہ گزارو۔ یہی تمہیں دشمنوں پر فتح د
والا ہے۔

اور مسلمان سچ مچ اسی سے فتح کے خواہاں تھے
رات بہت جھک چکی تھی۔ ان کے مجمع میں معرفت کے
چل رہے تھے۔ تسبیح کے مقدس دانے گردش کر
تھے۔ اور ذکر حق سے روح رقص مستانہ کر رہی
آج انہوں نے اپنے شہیدوں کو دفن کیا تھا۔ نماز
پڑھی تھی اور اب ان کی مغفرت کے لئے دعا کر
تھے۔

ستاروں کی روشنی میں ان کے نورانی چہرے
چاند کی طرح چمک رہے تھے۔ آنکھوں سے جلال ٹپ
رہا تھا اور خالد بن ولید تلوار لئے اپنی چھاؤنی
چاروں طرف گھوم رہے تھے۔ وہ یہ نہیں چاہ
تھے کہ ان کا ماتحت کسی خطرے میں گھر جائے انہ
نے محبت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

لوگ کچھ دیر ایک نیند لے لو۔"

ر آپ۔؟"

سپاہیوں نے پوچھا۔

ں تمہاری حفاظت کروں گا۔"

یہ ہم کیسے گوارہ کر سکیں گے کہ آپ جاگیں اور

ں۔؟

ند پر یہ فرض ہوتا ہے۔ اور مجھے میرے فرض سے

اگر تم نے میری راہ میں ذرہ برابر بھی رکاوٹ

ہیں جانو میں خدا اور اس کے رسول کو منہ دکھانے

نہ رہوں گا۔ سو رہو میرے اچھے ساتھیو سو رہو۔"

لد بن ولید کی بات ٹالنا کس کے بس میں تھا

نے ان کی بات مان لی اور دشمنوں کے علاقے

ند پر تکیہ رکھنے والے اس طرح خراٹے بھرنے

یے ماں کی گود میں اطمینان کی نیند سو رہے

ت گزرتی جا رہی تھی۔

تا میں سکون پھیلتا جا رہا تھا۔

شیران اسلام بے فکر آرام سے نیند کے

لے رہے تھے۔!

مگر ان کا وہ محافظ جسے اللہ و رسولؐ اور خد
رننت نے اُن کے لئے مقرر کر دیا تھا۔ وہ جاگ
تھا۔
اُس کی آنکھوں میں نیند کا کہیں پتہ تک نہیں
اور وہ سوچ رہا تھا
نماز فجر کے بعد کس انداز سے مقابلہ کیا جا۔
پلک مارتے ہی حق کا بول بالا ہو۔؟

٭

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔

ابن کذاب اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اپنے خیمے [میں]
بیٹھا تھا۔

یہ لوگ آپس میں کل دن کی لڑائی کے پروگرام بنا [رہے]
تھے۔

"کیوں نہ رات میں چھاپہ مارا جائے۔ اسلامی لشکر
اس وقت سو رہا ہوگا۔"

اچانک ابن کذاب کے ایک منہ چڑھے ساتھی [نے]
مشورہ دیا۔

"مسلمان بڑی بیدار قوم ہے۔ اسے کبھی غافل نہ"

ور پھر دور سے کھڑے ہوکر اس نے چاندنی رات میں

خالد اپنی تلوار زمین پر ٹیکے کھڑے ہیں اور آنکھیں
ن کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اُسے اچانک خیال پیدا ہوا
یہ خالد بن ولید وہی تو ہیں جو اسلام لانے سے
اہلِ مکہ کے ساتھ جنگ میں محمد مصطفٰے کے خلاف
ے آئے تھے۔ اور اس طرح پیچھے سے انہوں نے
یا تھا کہ کلمۂ توحید پڑھنے والے بہادر نوجوانوں کے
اکھڑ گئے تھے اور فتح شکست سے بدل گئی تھی۔۔۔!
پھر نہ جانے کس طرح ان کا دل بدلا اور جو
کبھی مسلمانوں کے خلاف بلند ہوتی تھی وہی ان کی
قت میں بلند ہونے لگی۔

کاش ایسا نہ ہوتا۔"

اُس کے دل کی گہرائیوں سے آواز بلند ہوئی اور اُس
وچا۔

رات سنسان ہے۔ کیوں نہ ایک بار کوشش کرلی
ے۔ شاید یہ اپنے آبائی اصولوں پر لوٹ آئیں۔ اور
ے ساتھ ہوکر اسلام کی تقدیر کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ
یں۔۔؟

مسلمہ ابن کذاب کے چہرے پر امید کی روشنی پھیل گئی
نے اپنے ساتھ دس آزمودہ اور جری سپاہیوں کو لیا
خراماں خراماں اس طرف بڑھا۔ جس طرف خالد بن و
کا اسلامی لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔

ویران رات میں پیروں کی چاپ سنائی دی
خالد بن ولید کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہ محافظ ر
تھے۔ اسلامی لشکر کے سپہ سالار تھے۔ اور حق کے
پرستار فوراً ہی اپنی تلوار میان سے نکال کر آگے
گئے۔ اور مسلمہ ابن کذاب انہیں دیکھتے ہی اپنے سا
کے ساتھ ادب سے جھک گیا۔

دشمن کا ادب سے جھکنا خلاف امید فعل تھا۔
انہوں نے سمجھا شاید یہ راہِ راست پر آگیا ہے۔
اپنے ہم خیال لوگوں کو لئے ہوئے حلقہ بگوش اسل
ہونا چاہتا ہے۔ بے اختیار ان کے منہ سے نکل گیا۔
"محمدؐ کے دین کی یہی خصوصیت ہے کہ ایک دن دشمن
سے قبول کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔" آؤ آؤ خدا تمہار
پچھلے گناہوں کو معاف کرے اور آئندہ عمل خیر کی
دے۔"

"آپ کو کچھ مغالطہ ہو رہا ہے۔"

مسلمہ ابن کذّاب نے کہا۔

اور خالد بن ولید کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔

"کیا کہا۔؟"

"میں اس ارادہ سے نہیں آیا ہوں جو آپ سمجھ رہے

یا۔!"

"تو پھر کیا سوتے ہوئے لشکر پر حملہ کرنے کی نیت ہے۔؟

"ایسا بھی نہیں ہے۔ ورنہ یہ گنتی کے دس آدمی نہ ہوتے

ری فوج ہوتی۔"

"تب کیا مقصد ہے۔ مجھے گھیر کر ختم کر دینے کا خیال

ہے۔"

"اپنے اپنوں پر ہاتھ نہیں اٹھاتے"۔ مسلمہ نے چال چلی

پ فخر قوم ہیں۔ عرب و عجم کو آپ پر ناز ہے۔ آپ

ار بھی ہم سے الگ ہو جائیں۔ لیکن ہم کبھی آپ سے

شتہ نہیں توڑ سکتے۔ ابھی کل ہی کی تو بات ہے کہ

یاری طرح آپ بھی اسلام کے جانی دشمن تھے۔

"خدا ہمیں معاف کرے وہ ہمارا زمانہ جاہلیت تھا۔"

"ممکن ہے آپ کا خیال صحیح ہو مگر ہم کچھ اور سمجھتے ہیں"۔

"کیا مطلب۔؟"

"یہی کہ مسلمان قوم آپ کو ہرگز وہ درجہ نہیں دے

سکتی۔ جس کے آپ مستحق اور حقدار ہیں۔ آپ نے ایسے لوگ
کی سرپرستی کا ارادہ کر لیا ہے۔ جن کی باتیں میٹھی اور نیتیں
خراب ہیں۔"

"خاموش بدزبان۔"

خالد بن ولید کو غصّہ آ گیا۔

ابن کذّاب نے فوراً رُخ بدلا۔

"عرب ہمیشہ سے پہاڑ کی طرح سے اٹل رہے ہیں اُ
میں تبدیلی ان کی شان و وضعداری کے خلاف ہے
اور آپ سردارانِ عرب میں سے ہیں۔ ہم لوگوں کا سر
شرم سے جھک جاتا ہے۔ جب ہمیں یہ سننے میں آتا
ہے کہ خالد بن ولید اپنے پرانے دین سے منحرف
ہو گئے۔"

"آخر تو کہنا کیا چاہتا ہے۔ ان بیکار باتوں سے تیرا
مطلب کیا ہے۔؟"

اُن کی تیوریاں بدل گئیں۔

"بس یہ کہنا چاہتا ہوں سردار کہ آپ کی جگہ آج بھی
ہمارے درمیان اسی بلندی پر قائم ہے جہاں پہلے کبھی تھی
آپ کے نام کا ڈنکا زور زور بج رہا ہے۔ آپ پھر
ہمارے حلقہ میں آ کر ہم لوگوں پر حکومت کریں۔ ہماری

بانیں ۔ ہماری عورتیں ہمارے بچے اور ہمارے مال و
اسباب سب کچھ آپ کے لئے حاضر ہیں ۔"
" ذلیل ابن کذّاب تو مجھے دنیا کی لالچ دیتا ہے۔ یقین
مان کر اگر تیری ہم سے جنگ نہ شروع ہو چکی ہوتی تو
اس گستاخی کی سزا اسی وقت وہ دیتا کہ تیری ناپاک
روح واصل جہنم ہو چکی ہوتی ۔ مگر یہ اس لئے ممکن نہیں
کہ ہم دونوں کا فیصلہ میدانِ جنگ میں ہونا طے پایا ہے
اور اللہ نے چاہا تو یہ فیصلہ ہو کر رہے گا ۔" خالد بن
ولید کا درجہ حرارت تیز ہو گیا۔
" میں جانتا ہوں کہ آپ پر مسلمانوں کا جادو پوری طرح
چل چکا ہے ۔ پھر بھی میرا فرض ہے کہ آپ کو خوابِ غفلت
سے چونکا دوں ۔ مسلمان کبھی کسی کے نہیں ہو سکتے جب
انہوں نے اپنے قرابت مندوں اور عزیزوں کو پامال کرنے
میں پس و پیش نہیں کیا ۔ تو بھلا آپ کی کارگزاریوں کو کیا یاد
رکھ سکیں گے ۔ دیکھ لیجئے ۔ آج آپ کو ہمارے مقابلہ میں
فوج کا سپہ سالار بنا کر بھیجا ہے ۔ اور کل ہی یہ عہدہ آپ
سے چھین کر آپ کو کہیں کا بھی نہیں رکھیں گے ۔" ابن کذاب
نے پھر آخری کوشش کی۔
" تو اس سے فرق کیا پڑے گا بیوقوف! ہم مسلمان منصب

اور عہدے کے لئے نہیں لڑتے ہیں۔ ہمارے سامنے صرف خدا کے نام کو اونچا کرنے کا سوال رہتا ہے۔ اگر میں کل سپہ سالار فوج نہ رہوں گا تو ایک ادنیٰ سپاہی کی طرح حق کے لئے اسی طرح اپنی جان فدا کردوں گا۔ جس طرح آج کرنے پر تیار ہوں۔"

خالد بن ولید کے جواب نے اسے یقین دلا دیا کہ۔

"ان تلوں میں تیل نہیں ہے۔"

"وہ سمجھ گیا کہ میخانۂ اسلام کا ایک رند بلانوش اس کے سبز باغ دکھانے سے بہک نہیں سکتا۔ وہ مایوس ہو کر بیٹھا۔

مگر جذبۂ انتقام دونا ہو چکا تھا۔ وہ اپنے حلقہ میں صاحب اثر بات کا دھنی اور تلوار کا ایک ایسا ماہر سمجھا جاتا تھا کہ اُس کا نام سُن کر لوگوں کو پسینہ آجاتا تھا۔ اسی لئے تو اس کے ایک ساتھی نے کہا۔

"خالد اپنی طاقت پر مغرور ہو گئے ہیں۔"

"لیکن وہ یہ بھول گئے ہیں کہ مسلمہ بن کذاب کی طاقت ان سے بہت زیادہ ہے۔"

"اور اب طاقت ہی سے ان کے غرور کا سر توڑنا لازم ہے"

"ایسا ہی ہو گا۔"

مسلمہ نے اپنی تنی ہوئی مونچھ کا ایک کونہ اپنے دانتوں سے چباتے ہوئے جواب دیا۔ اور بڑے بڑے قدم اٹھاتا ہوا چھاونی میں داخل ہو گیا۔ وہ اپنی قوم کا صرف بہادر انسان ہی نہیں تھا بلکہ ایک عظیم پہلوان بھی تھا۔ اس کی کلائیوں میں بلا کی طاقت تھی۔ اُس کے ہاتھوں میں ہمیشہ وزنی گرز رہتا تھا۔ اور کمر میں لٹکی ہوئی تلوار زمین کی چھاتی پر ایک لکیر کھینچتی رہتی تھی۔

وہ اپنے خیمہ میں پہنچکر کرسی پر بیٹھا۔ اور شراب کا بھرا ہوا پیالہ خالی کرتے ہوئے بولا۔

"مسلمان اپنے لوگوں کو ایسا دیوانہ بنا دیتے ہیں کہ وہ پہاڑوں سے ٹکرا جانا بھی ایک کھیل سمجھتے ہیں۔"

"ان کی تحریک بڑی مضبوط اور مستحکم ہے۔" ایک مشیر کار نے خیال ظاہر کیا۔

"اسی لئے تو وہ جان و مال سے بے نیاز ہو کر لڑتے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہیں زندگی نہیں موت پیاری ہے۔"

"ہمارے ساتھ پہلے ہی مقابلے میں انہوں نے اس جذبہ کا اظہار پوری قوت سے کیا ہے۔"

"ابھی محسوس کیے تو میں نے سوچا تھا کہ خالد بن ولید کو توڑ لیا جائے۔"

"مگر یہ تو ممکن نہ ہو سکا۔"

"خیر جانے دو۔ اگر ایک تدبیر ناکام ہو گئی تو ابن کذاب اور بھی تدبیریں پیدا کر سکتا ہے۔"

"اس کا تو ہم سب کو یقین ہے۔"

اور وہ گہری سوچ میں مبتلا ہو گیا۔ پہلے ہی قدم پر اسے اپنے منہ کی کھانی پڑی تھی۔ وہ کچھ بوکھلا گیا تھا۔ اس نے تو یہ سمجھا تھا کہ رسولؐ اسلام کے بعد شیرازہ بکھر گیا ہے۔ قوت ٹوٹ گئی ہے۔ اور پہلی سی جان باقی نہیں رہی ہے۔ مگر مقابلہ کے طور سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے مسلمان ایک زندہ قوم ہے۔ اس کے خون کی گرمی کبھی ذرا کم نہیں ہو سکتی۔

وہ سوچتے سوچتے اچانک چیخا۔

"صبح ہو رہی ہے۔ اسلامی لشکر نماز فجر ادا کرنے میں مشغول ہو گا۔ بس یہی موقع ہے۔ ہمارا پورا لشکر اس طرح ان لوگوں پر ٹوٹ پڑے جس طرح ٹڈیاں کھیتوں پر چھا جاتی ہیں۔"

"ایسا ہی ہو گا سردار۔"

تمام حاضر باش سرنگوں ہو گئے۔
اور چپکے چپکے دور تک پھیلا ہوا لشکر تیار ہو کر صبح کی
ن کا انتظار کرنے لگا۔
"اللہ اکبر۔"
خالد بن ولید کی آواز سنائی دی وہ آج خود اذان
ے رہے تھے:
اللہ کی بڑائی کے آگے جھک جانے والے دوڑ دوڑ کر
بستہ ہوتے جا رہے تھے۔ باغیوں نے سمجھ لیا کہ نماز
شروع ہو چکی ہے۔ اور نماز میں مسلمان بجز اپنے خدا
سب کو بھلا دیتے ہیں۔ بس یہی موقع ہے انہیں
کر دینے کا۔"
مسلمہ نے اشارہ کیا۔ اور کفر کی گھٹا ٹوپ اسلام
چاند کو اپنی گود میں لینے کے لئے بے تحاشہ اٹھ پڑیں۔
تحاشہ

سات

اور شہریار بھی بے تحاشہ دوڑا۔

لے جیسے ہی یہ معلوم ہوا کہ گرزآفرید صبح صبح غائب ہوگئی

ہی اس کی زندگی کے تار جھنا اٹھے۔ وہ اس کا خواہاں

لسے اپنے بازوؤں میں جکڑ لینا چاہتا تھا۔ اسی

حاصل کرنے کے لئے اُس نے خون ناحق کیا تھا۔ وہ

وار اُس کے پیچھے بھاگا۔ مگر گرزآفرید تو ہوائی راستہ

دور بہت دور نکل چکی تھی۔ اب اسے صرف ایک

دھن تھی۔

"کلمہ توحید پڑھ چکی تھی مسلمانوں کے ساتھ جام شہادت
پی سیراب ہو جاؤں اور اس بہانے کم از کم جنت میں
اپنے منصور سے مل سکوں۔"

نازک اندام عورت ریگستانی راستہ میں چلتے چلتے تھک
گئی تھی۔ پیاس کی شدت نے اُسے نیم جاں کر دیا تھا
سرِ شام وہ ایک جگہ پر رک گئی دور دور اسے کوئی دکھائی
نہیں دے رہا تھا۔

ہلکا ہلکا خوف اُس کے سینے میں چٹکیاں لے رہا
تھا۔ اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ
رہی تھی۔

شام کا دھندلکا پھیلتا جا رہا تھا۔ سورج ڈوب چکا
تھا۔ اور چاند ہولے ہولے اُبھر رہا تھا۔ اس نے عالمِ
بےتابی میں دیکھا۔ شاید کوئی چشمہ ہو قریب میں۔ مگر
ریگستان میں چشمہ کہاں۔

وہ مایوس ہو کر دونوں گھٹنوں کے درمیان اپنا
سر رکھ کر سسکیاں بھرنے لگی۔

روتے روتے اس کے پپوٹے بھاری ہو گئے
آنکھیں بوجھل ہو گئیں۔ اور نیم غنودگی سی طاری ہو گئی۔

"گھبراؤ نہیں جانِ منصور!"

خواب میں اسے اپنے محبوب کا دیدار نصیب ہوا۔

"اب تو تم نے کلمۂ توحید پڑھ لیا ہے۔ خدا رسول
ر قرآن پر ایمان لاچکی ہو اور جو صاحبِ ایمان ہوتا
ے اسے کہیں بھی خوف نہیں۔ تم بھی نہ ڈرو اللہ
ہاری حفاظت کرنے والا ہے۔"

"مگر میں پیاسی جو ہوں میرے منصور۔" اس نے خواب
ں ہی کہا۔

"مسلمان بھوک و پیاس سے نہیں گھبراتے۔ راہِ خدا
ں سب کچھ لٹا دینے والوں کو ہر طرح کی تکلیفیں برداشت
ا پڑتی ہیں۔ اور تم بھی یہ تکلیف برداشت کرلو۔"

"اگر تمہارا حکم ہے تو میں ہنسی خوشی یہ تکلیف برداشت
روں گی۔"

"کتنی نیک اور اللہ والی عورت ہو تم۔"

"پھر بھی تو تم مجھے گلے نہیں لگاتے۔ ایسے چھوڑ کر گئے ہو
لیے اب میں تمہیں کبھی پا ہی نہیں سکوں گی۔"

"مگر میں نے تمہیں چھوڑا کہاں ہے۔ اگر چھوڑتا تو پھر اس
نت تمہارے ساتھ کیسے ہوتا۔"

"اوہ! میں تو بھول ہی گئی۔ سچ سچ تم میرے پاس ہی
ہو۔ معاف کرنا کبھی کبھی مجھے کوئی ہوش نہیں رہتا ہے۔"

"تو یوں کہو اکثر تم دیوانی ہو جاتی ہو۔"

"ہاں، تم ہی نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے۔"

"اور اگر یہی بات میں پلٹ کر کہہ دوں تو۔"

"میں سمجھوں گی کہ میرا نصیب جاگ اٹھا ہے۔ جسے میں نے خیال کیا تھا کہ کھو دیا۔ وہ مجھے دوبارہ مل گیا ہے۔"

"تو پھر کان کھول کر سن لو۔"

"میں تمہارا دیوانہ ہوں۔"

"وحشی ہوں۔"

"مجنوں ہوں۔"

"اور پاگل۔"

"اوہ... اوہ...! بہت ہو گیا۔ بس کرو۔ تم نے تو پورا دفتر ہی کھول کر میرے سامنے رکھ دیا۔"

"تاکہ تم کو اچھی طرح یقین آ جائے۔"

"مجھے یقین آ گیا میرے منصور...!"

گرد آزبہ نے خراب میں ہی اس کی چوڑی چھاتی پر اپنا سر رکھ دیا۔ وہ بھول گئی تھی کہ اب اس کا محبوب اس دنیا میں نہیں ہے۔ اسے تو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ریگستان کے بجائے کسی چمنستان میں اپنے مطلوب کے ساتھ بیٹھی ہے۔ چاروں طرف حسین پھول کھلے ہوئے ہیں۔ سبزہ لہلہا رہا ہے

ماحول معطر ہو رہا ہے اور ان گنت نہریں چھلک رہی ہیں
وہ سب کچھ بھول گئی۔ اپنی پیاس اپنا گھر اور اپنی دنیا۔ اس
کی نیند پختہ ہوگئی وہ بیٹھی بیٹھی سو گئی۔ اور شاید اسی طرح
سوئی رہتی۔ لیکن شہریار کے پیروں کی آہٹ نے اسے
چونکا دیا۔
"مجھے چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو میرے منصور! وہ سمجھی شاید
اس کا محبوب چلا آ رہا ہے۔ لیکن آنکھ کھلنے کے بعد خواب
نہیں حقیقت سامنے تھی۔ رات آدھی سے زیادہ بیت
چکی تھی۔ ریگستان بھیانک بن گیا تھا۔ پیاس کلیجہ جلائے
دے رہی تھی۔ اور شہریار سامنے کھڑا تھا۔
"تم یہاں بھی آ گئے۔"
وہ اسے دیکھ کر جاگی۔"
"سنو تو۔ ذرا رکو تو۔
"بس تمہیں ستانے نہیں آیا ہوں۔"
"میری تمہاری کوئی لڑائی نہیں ہے۔"
"جس طرح تم دل کے ہاتھوں مجبور ہو اسی طرح میں
بھی ہوں۔"
شہریار اس کے ساتھ دوڑا۔ وہ چاہتا تھا کہ گرد آفرید
اس کی سن لے۔ لمحہ بھر کے لئے اس سے باتیں کر لے اور

ایک بار صرف ایک بار اسے مسکرا کر دیکھ لے۔
مگر وہ ایسا نہ کر سکتی تھی۔ اس نے تو کسی اور کو دل دے رکھا تھا
اور جسے دل دیا تھا۔ شہریار اس کا قاتل تھا۔ پھر بھلا کیسے ممکن تھا
کہ وہ اپنے محبوب کے قاتل کے لئے کوئی گنجائش نکال سکتی اپنے دل
میں۔

بھاگ رہی تھی۔ بھاگ رہی تھی۔ اور شہریار اس کے پیچھے
دوڑ رہا تھا۔ آخر ایک جگہ اسے ٹھوکر لگی۔ وہ گر پڑتی مگر شہریار نے بڑھ کر
سنبھال لیا۔

"چھوڑ دو مجھے۔ اپنے نجس ہاتھوں کو میرے بدن سے مس نہ کرو۔"
"لیکن کبھی تم نے یہ بھی سوچا ہے کہ ان ہاتھوں کو نجس کس نے
بنایا۔" شہریار اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔
"کیا مطلب ہے؟" گرانزید چونکی۔

"میرا مطلب ہے تم اس وقت سب کچھ بھول چکی ہو تمہیں کچھ
یاد نہیں رہا ہے۔ ورنہ اتنا تو تمہارے علم میں بھی ہے کہ منصور کو قتل
کرنے کا ارادہ میرا نہیں تھا۔ بلکہ میں نے یہ کام تمہارے باپ
کے اشارے پر کیا۔"

"ان کا نام میرے سامنے نہ لو۔ وہ اپنی بیٹی کے ہرے
بھرے چمن میں آگ لگانے والوں میں سے ہیں۔"
"لیکن تم نے یہ بھی سنا ہے کہ جو دوسروں کے چمن پر بجلی گرانے

شش کرتا ہے اس کا چمن خود جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔"
وہ تو ہوا ہی ایک باپ کے لیئے چمن اس کی اولاد ہی تو
ہے۔ اور مجھ پر جو بجلیاں گری ہیں وہ پہنچ پوچھوں تو ان ہی
ن پر گری ہیں۔"
"مگر اس طرح تو بجائے ان کے تم جل کر راکھ ہو گئیں۔
"گناہگاروں کے ساتھ کبھی کبھی بے گناہ بھی زیر باد ہو جایا
تے ہیں۔ پھر میں تو گناہ گار باپ کی بیٹی ہی ٹھہری۔ کیسے
رہا ہو تی۔ "
"لیکن مجھے تمہاری بربادی کا دکھ ہے۔"
"تمہاری اس ہمدردی سے میرا دل نہیں پسیج سکتا۔"
"میں بھی جانتا ہوں۔ لیکن امید پر دنیا قائم ہے۔
فرید مجھے بھی تم سے بڑی امیدیں ہیں۔"
"پتھروں سے پانی نچوڑنے کی کوشش کبھی کامیاب نہیں ہو
سکتی۔"
"تو کیا تم میرے لئے پتھر بن چکی ہو۔"
"کچھ اس سے بھی زیادہ۔"
"مگر اب تو منصور اس دنیا میں موجود نہیں ہے۔"
"اس کی یاد تو میرے سینے میں موجود ہے۔"
وقت کے ساتھ یہ یاد ختم بھی تو ہو سکتی ہے۔"

"عورت کے دل پر وقت کے بے رحم ہاتھ چوٹ نہیں لگا سکتے
شاید تمہیں یہ معلوم نہیں کہ ہم لوگ ایک مرد سے محبت کرتے ہیں
وہ زندہ رہے یا مر جائے دوسرے کو اس کی جگہ کبھی نہیں دے سکتے"
"مگر تم نے یہ بھی تو سنا ہو گا کہ مسلمانوں میں بیوہ کے لیے دوسری
شادی کرنا جائز ہے۔"

جائز ہونا اور چیز ہے اور واجب ہونا اور چیز۔" مسلمانوں کے
دین میں بیوہ عورت کے لئے دوسری شادی کرنا واجب نہیں
ہے اور جو کام واجب نہ ہو اس کی تعمیل میں ہم مختار ہیں۔ جی چاہے
کریں۔ جی چاہے نہ کریں۔"

"یہ ہم سے کیا مراد ہے تمہاری۔" شہریار گھبرایا۔
"مطلب یہ ہے کہ ہم تمام مسلمان ....." گروآفرید آگے کچھ کہنا
چاہ رہی تھی کہ وہ درمیان میں پوچھ بیٹھا۔
"کیا تم بھی مسلمان ہو گئیں۔"

"ہاں۔ مگر افسوس ہے کہ بہت دیر میں ہوئی۔ کاش منصور کی
زندگی میں یہ عزت حاصل کر لیتی۔"
"مجھے یہ نہیں معلوم تھا۔ میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ مسلمانوں کے دشمن باپ
کی بیٹی اس حد تک نہیں بدل سکتی۔"
"لیکن تم یہ کیوں بھولے جا رہے تھے کہ محبت انسان کی دنیا بدل
کر رکھ دیتی ہے۔"

اور تم نے بھی منصور کی محبت میں اسلام قبول کیا۔
یوں نہ کہو بلکہ اس طرح کہو کہ مجاز سے حقیقت کی منزل میں داخل ہوئی
ن محبت کے سہارے اللہ اور رسولؐ کی محبت سے بھرپور ہو گئی۔"
پھر تو تم ہم سے اور بھی دور ہو گئیں۔"
مگر میں تمہارے قریب کب تھی۔"
کبھی تو تم ٹھیک ہو۔" شہریار کا سر اپنے آپ جھک گیا۔
اب اجازت ہے۔" گرد آفرید نے پوچھا۔
مگر تم میری مہمان تو نہیں ہو جو مجھ سے اجازت مانگ رہی ہو۔"
مہمان تو نہیں ہوں۔ لیکن اس ریگستان میں اکیلی ضرور ہوں
ں عورت ہوں اور تم مرد۔"
کم از کم میرے سلسلے میں تو ایسی غلط رائے قائم نہ کرو گرد آفرید۔ نہ
تمہاری تنہائی سے کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہوں۔ نہ تمہیں عورت سمجھ کر
ہونے کے باعث کسی قسم کا زیادہ دے سکتا ہوں۔"
پھر تو تم بہت شریف آدمی ہو۔"
کاش میں شریف ہوتا۔ شہریار کی دبی ہوئی چوٹ ابھر آئی منصور
بے گناہ قتل کرنا اسے یاد آ گیا۔ وہ بے چین ہو گیا اور اپنے
ں ہاتھوں کو ملتا ہوا بولا۔
"مجھے اپنی خدمت کا موقع دو گرد آفرید۔"
مگر اس ریگستان میں تم میری مدد ہی کیا کر سکتے ہو۔"

"تم کسی خدمت کا موقع تو دو مجھے۔" اُسنے پھر اپنا پہلا جملہ دہرایا۔

"اگر تمہاری ضد ہے تو پھر سنو۔ میں پیاسی ہوں۔ مجھے پانی لا

"پانی۔"

"ہاں۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے۔" گرآفرید ہونٹوں پر زبان پھیر

"کوشش کرنا میرا کام ہے۔" وہ بولا

"اور مدد کرنا خدا کا۔" گرد آفرید کے منہ سے بیساختہ نکل گیا

اور شہریار تیر کی طرح ایک طرف بھاگا۔ گرد آفرید پھر بیٹھ

اُس کے کلیجہ میں آگ لگی ہوئی تھی۔ تن من جلا جا رہا تھا۔ ہڈیا

سلگ رہی تھیں اور پیاس نے سارے وجود کو آگ بگولہ کر د

وہ بار بار آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

شہریار عالم بینائی بس ایک طرف چلا جا رہا تھا۔ کہ اچ

اس کے کانوں میں گھنٹوں کی آوازیں آنے لگیں۔ اُس نے سو

ضرور کوئی قافلہ آرہا ہے۔ اور شاہراہ پر جا کے کھڑا ہو گیا ریگ

علاقے سے عموماً رات ہی کو قافلے گزرتے ہیں اور سچ مچ ایک ق

گزر رہا تھا۔ مگر مسلمان عربوں کا۔ شہریار کی امیدوں پر

پڑ گیا۔ اسے خیال پیدا ہوا۔ یہ مجھ آتش پرست کو کیوں پانی د

لگے۔

پھر بھی گرد آفرید کی خاطر اس نے زبان کھول ہی دی۔

"یا شیخ۔" وہ سردار قافلہ کو دیکھ کر چیخا۔

سلام علیکم ۔!" اس نے دور ہی سے کہا۔ اور قریب آتا ہوا بولا۔
چاہتے ہو نوجوان ۔؟"

ں ۔"

پیاسے ہو ۔؟"

ں تو کم پیاسا ہوں البتہ ایک عورت بہت زیادہ پیاسی ہے۔"

ہم تم دونوں کو سیراب کر دیں گے۔" قافلہ سالار نے اپنا قافلہ
یا۔ وہ ایک عظیم انسان تھا۔ اور اُس کے چہرے سے
قت جلال وجمال کی کیفیت نمایاں تھی۔ کہاں ہے وہ عورت؟"

و دور پر بیٹھی ہے۔ شہریار نے بتایا۔

تمہاری شریک زندگی ہے۔؟ میر قافلہ نے پوچھا۔

نہیں وہ مسلم خاتون ہیں۔ عیسائی مذہب ترک کر کے
یں آئی ہیں۔"

ک اللہ! پھر تو وہ میری بہن ہے۔ اور تم کون ہو۔؟"

ں۔ جی میں۔؟ شہریار گھبرا گیا۔

ھبراؤ نہیں۔ تم جو بھی ہو بتا دو۔" میر قافلہ نے شفقت سے کہا۔

ں زرتشتی ہوں آتش پرست۔! شہریار نے سوچا آج ایک
سلمان کا امتحان لیا جائے۔ اس سے پہلے وہ عدنان کے گھر میں
ہ کر خالد بن ولید کی منصفانہ گفتگو سن چکا تھا۔ دیکھنا
تھا کہ کیا سارے مسلمانوں کا مزاج یکساں ہوتا ہے۔ اور

اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی ۔ جب بوڑھے سالار نے مسکراتے
کہا ۔
" پھر تو میں سب سے پہلے تمہیں سیراب کردوں گا ۔"
" مجھے ۔"
" ہاں ۔ مسلمانوں پر ہر انسان کی خدمت واجب ہے ۔"
اور شہریار نے سوچا ۔ آدمی کو خود تجربہ کرنا چاہیئے ۔
میں اگر دوسروں کے لئے کوئی رائے قائم نہ کرلینا چاہیئے ۔
نے جی بھر کے پانی پیا ۔ اور قافلے کے ساتھ اس طرف روانہ
جدھر گروآفرید بیٹھی تھی ۔
" آپ لوگ کہاں سے آرہے ہیں ۔ اُس نے راہ چلتے
سے پوچھا ۔
" ہم مدینہ سے آرہے ہیں ۔ خلیفہ نے اسلامی لشکر
لئے سازوسامان بھیجا ہے ۔"
" کون سے اسلامی لشکر کے لئے ۔"
" خالد بن ولید کا اسلامی لشکر جو باغیوں کا سر کچلنے
میدانِ جنگ میں کارِ نمایاں انجام دے رہا ہے ۔"
" انہیں ضرور کامیابی ہوگی ۔"
" یہ تم کہہ رہے ہو ۔"
" ہاں ۔ اس لئے کہ وہ ایک منصف مزاج انسان ہیں ۔

سلمان ایسا ہی ہونا ہے بھائی۔" قافلہ سالار نے محبت سے
ے کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔
ل قریب آچکی تھی۔ گرد آزید کا چمکتا ہوا چہرہ دور سے
ی طرح اپنی بہار دکھا رہا تھا۔ وہ شہریار کے ساتھ
لہ دیکھ کر کچھ گھبرا سی گئی اور اٹھ کھڑی ہو گئی۔
ب لوگ مسلمان ہیں اور پانی پلاتے آئے ہیں جتنا جی چاہے
شہریار نے قافلہ سالار سے ملوایا۔
ے نصیب کہ مجھے سیراب ہونے کا موقع بھی ملا تو مسلمانوں
سے۔" گرد آزید بیتاب ہو گئی اور اس نے چاہا کہ مشکیزہ
منہ لگا دے۔ مگر تجربہ کار اور بوڑھا میر قافلہ جانتا تھا
ی پیاسے کو سیراب اس طرح کرنا خطرناک ہوا کرتا ہے۔ اس

ر "

ی ٹھہر ٹھہر کر پانی پیو۔ یکدم سے نہیں۔"
ر پھر اپنے ہاتھوں سے آہستہ آہستہ اسے سیراب کرنے
ب اس کی پیاس بجھ گئی تو اس نے اللہ کا شکر ادا
ہوئے اطمینان کی سانس لی۔
یا تم اسی ریگستان میں رہو گی۔" قافلہ سالار نے پوچھا۔
بہتر ہوگا کہ انہیں بھی اپنے ساتھ لیتے جایئے۔ یہ اسلام کی
یا اور ان کا مسلمانوں کے ساتھ رہنا ہی بہتر ہوگا۔"

"سر و چشم یہ ہمارے ساتھ چل سکتی ہیں۔" قافلہ سالا
کہا۔ اور گرد آفرید نے آنکھوں ہی آنکھوں میں شہریار سے
"یہ تم کہہ رہے ہو۔ اس کا مطلب تھا کہ تمہیں تو مجھے رو
چاہیئے تھا۔ اور وہ سمجھ گیا۔ اور زبان حال سے بے سا
اٹھا۔
"کسی کے دل کو زبردستی نہیں جیتا جا تا ہے گرد آفرید۔"
"جس طرح میں تم سے محبت کرنے کے لئے مجبور ہوگی
طرح تم بھی منصور کے چاہنے کے لئے مجبور ہو۔ ایک مجبو
مجبور کو کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ تم اپنی راہ جاؤ میں اپنی را
میر قافلہ گرد آفرید کو اونٹ پر بٹھاتا ہوا شہریار سے مخا
ہوا۔
"اور تم کہاں جاؤ گے۔"
"جدھر قسمت لے جائے۔ وہ زیر لب جواب دیتا ہوا ز
پر بیٹھ گیا۔
قافلہ اپنی منزل کی طرف بڑھنے لگا۔ اور اس کی نگا
اس وقت تک اس کا پیچھا کرتی رہیں۔ جب پورا قافلہ
سے اوجھل نہیں ہو گیا۔
دور سے محمل کا پردہ اٹھا کر گرد آفرید جھانکی۔ ت
نے اپنی محبوبہ کی آخری بار زیارت کی اور ریگستانی بگولو

ہوا چیخا۔

میری روح زحبان۔"

اور پھر ریگ کے طوفان نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

۸
آٹھ

اور باغیوں کے لشکر نے بھی مسلمانوں کو اپنی طوفانی لپیٹ
میں لے لیا۔

آج جنگ کو کئی روز ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کو باوجود
ہمت اور بہادری کے شدید نقصان کا سامنا کرنا پڑ رہا
آخر انسان تو وہ بھی تھے۔ کہاں تک اپنی قلت سے کثر
کا مقابلہ کرتے۔؟ اس میں شک نہیں کہ وہ اپنے سے ک
گنا زیادہ باغیوں کو ختم کر چکے تھے۔ لیکن مسلمہ بن کذّاب نے
اس طرح پوری فوج ان لوگوں کی مخالفت میں کھڑی کر دی

ن کو قدم جمائے رہنا دشوار ہو گیا تھا۔ خالد بن ولید نے
یدان کا رنگ دیکھا۔ اور اپنا گھوڑا بڑھاتے ہوئے بالکل
یں آگیا۔
" بہادر نوجوانوں۔ اپنے دلوں کو چھوٹا نہ کرو"
" یہ نہ دیکھو کہ تمہارے کتنے ساتھی مارے گئے"
" بلکہ یہ دیکھو کہ تم نے کتنے باغیوں کو جہنم واصل کر دیا ہے"
" تم شیر ہو۔"
" تم اسلام کے فرزند ہو۔"
" تم ایمان و یقین کے منہ کی لالی ہو۔
" تم حق کے پجاری اور خدا پرست ہو۔"
" تم یہاں فتح کرنے کے لئے آئے ہو۔"
" اور اللہ کا نام لیکر اپنی شکست کو فتح میں بدل دو۔"
مسلمانوں میں پھر ایک بار برق سی دوڑ گئی۔ وہ دیوانہ وار
ہتھیلی پر لئے جوق در جوق مرنے کے لئے آگے بڑھے۔ اور
بن کذاب چیخا۔
" باغیوں علم بغاوت نیچا نہ ہونے پائے۔"
" بنی ہوئی بات بگڑنے نہ پائے۔
اور میدان جنگ کا رخ بدلنے نہ پائے۔"
دونوں طرف جوش و ولولے بڑھ گئے۔ گھمسان کا رن پڑا

اور اتنی شدید جنگ ہونے لگی کہ زمین دہل اٹھی۔ سورج کی
گرمی ماند پڑ گئی اور چرند پرند ہوا میں واویلا مچانے لگے۔ اس
میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان اپنے جی جان کی بازی لگائے
ہوئے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کا امتحان لینا چاہتا تھا۔ ان
کے پاس کھانے پینے کا سامان ختم ہو چکا تھا۔ دشمن نے
انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ اور بظاہر ایسی کوئی
صورت نہ تھی جو انہیں "تازہ دم کر سکتی۔

سرِ شام لڑائی موقوف ہوئی۔ خالد بن ولید نے میدان
جنگ کی طرف دیکھا۔ اور ایک آہ سرد بھرتے ہوئے کہا
"ہمارے نیک ساتھی ہم سے پہلے اللہ کو پیارے
ہو گئے۔"

اور پھر انہوں نے اُن کی لاشوں کو یکجا کیا۔ نماز جنازہ
پڑھی اور پھر رات گزرتے تک اپنے کشتوں کو دفن کرنے
مشغول رہے۔

آج اسلامی لشکر کافی چور چور ہو چکا تھا۔ اس کے ان گنت
سپاہی سدھار گئے تھے۔ اور چھاؤنی میں اداسی و ویرانی
چھائی ہوئی ہے۔

" خلیفہ نے بھی شاید ہمیں بھلا دیا۔" رات کی خاموشی میں
ایک سپاہی کی آواز گونجی۔

معلوم تو ایسا ہی ہوتا۔ ورنہ اب تک مدینہ سے کمک ضرور ہوتی۔" دوسرے جانباز نے کہا۔

پھر تو ہمیں سچ مچ مایوس ہو جانا چاہیئے۔" تیسرے سرزنش
ٹھنڈی سانس لی۔

خدا ہمارے اوپر رحم کرے۔ چوتھے سپاہی نے اظہار
کیا۔

ور رات کے اندھیرے میں دبے پاؤں چکر کاٹتے ہوئے
بن ولید نے سب کچھ سنا۔ وہ ایک لمحہ کے لئے غافل
ہونا چاہتے تھے۔ ان کی آنکھوں سے نیند اڑ گئی تھی
چین ختم ہو گیا تھا۔ اور وہ قدم قدم پر ہوش گوش
لے رہے تھے۔

نہیں اپنے ساتھیوں کے جذبات واحساسات معلوم
روحانی تکلیف ہوئی۔ ان کا بے اختیار جی چاہا کہ وہ ٹوک

ے افسوس کی بات ہے مسلمان ہو کر ہمت ہار رہے

ت کی زندگی سے عزت کی موت بہرحال بہتر ہے۔
وہ رک گئے۔ انہوں نے اپنے سپاہیوں کو کچھ کہنے
سمجھا کر پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی درخواست

پیش کریں۔ اور وہ اسی وقت مصلحہ بچھاکر نماز پڑھنے کھڑے
ہوگئے۔

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ ہر طرف سناٹا چھایا
ہوا تھا۔ اور دل کی دھڑکنیں فریاد کر رہی تھیں۔ انہوں نے
نماز پڑھ کر دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے۔ اور انتہائی پر درد
لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"ہم تیرے گناہگار اور حقیر بندے ہیں۔ میرے مولا
تو ہی عزت دینے والا اور ذلت دینے والا ہے۔" ہمیں
نہیں معلوم کہ ہماری ہر سانس کتنی خطاؤں سے بھری
ہوتی ہے۔

"مگر پیدا کرنے والے تو رحیم و کریم ہے"
"اپنی مخلوق پر ترس کھانے والا ہے۔"
"اور ہم بھی تیری بارگاہ میں اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے
تجھ سے رحم و کرم کی بھیک مانگ رہے ہیں۔"
"میرے مالک رحم کر دے کرم کر دے۔
"تو نے تو اپنے پیغمبر آخرزماں کو ہمیشہ پیار کیا ہے۔"
"اُن کی خاطر سے ان کی امت سے بھی نگاہیں نہ پھیر
"ہم دور دراز جگہ پر صرف تیرے سہارے آئے ہیں۔
"ہمارا مقصد جہانبانی و جہانگیری نہیں ہے۔ بلکہ تیر

م کو اونچا کرنا ہے۔"

" اور تو ہمیں مدد دے۔"

" دشمنوں پر فتح دے۔"

" اپنے حبیب کے صدقے میں کامیاب دکامران کر۔"

خالد بن ولید کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے

ا کی ہچکیاں بندھ گئیں اور انہیں محسوس ہوا جیسے کوئی غیبی طاقت ان سے

رہی ہے۔

" یہ تو محض تم لوگوں کا امتحان لیا جارہا ہے۔!"

اور امتحان اُن ہی کا لیا جاتا ہے۔ جن کو اس قابل سمجھا

ا ہے۔"

" گھبراؤ نہیں۔ فتح تو تمہاری ہو گی۔"

اور ان کے دل میں ایک قوت پیدا ہو گئی۔ ڈھارس

ھ گئی۔ وہ سجدۂ شکر بجا لاکر مصلّٰی پر سے اٹھے۔ اور

آواز سے نعرہ تکبیر بلند کرنے لگے۔

اللہ اکبر۔!

اللہ اکبر۔!"

سارے مسلمان ان کی آواز پر دوڑ پڑے۔ انہوں

سب کو زیر آسمان بٹھا دیا۔ اور خود الگ ایک ٹیلے

کھڑے ہو کر للکارے۔

"اے اہلِ اسلام - تم یہاں فتح کرنے آئے ہو - بغاوت
کے سیلاب کو روکنے آئے ہو - اور حق کا بول بالا کرنے آئے
ہو - تمہیں حالات کی تبدیلی سے مایوس نہ ہونا چاہیئے - خدا کی
زمین تمہاری ملکیت ہے - تم سارے جہان پر بادشاہت
کرنے والے ہو - تم اپنے رب کے نیک بندے ہو -"
"فتح تمہاری رکاب کو بوسے دے رہی ہے -" جیت تمہاری
قسمت میں لکھی ہوئی ہے
"تمہیں یہاں اپنا پرچم لہرانا ہے اور وہ انشاء اللہ تم لہرا کر
رہو گے -"
یکبارگی سپاہیوں کی رگوں میں گرم گرم خون دوڑا ان
کی بھنویں تن گئیں - آنکھیں سرخ ہو گئیں اور وہ جوش اسلامی میں
چیخ اٹھے - "اللہ اکبر - اللہ اکبر -"
اور رات کے سناٹے میں حق و صداقت کا یہ نعرہ باغیوں
کو تڑپانے لگا - انہیں معلوم ہو گیا کہ مسلمان کم کھونے پر تیار
نہیں ہیں وہ رات کی تاریکی میں بھی مارنے مرنے پر تیار
ہیں - مسلمہ بن کذاب دیوانہ وار اپنے خیمہ سے نکل آیا -
"سن رہے ہو یہ نعرہ تکبیر" اُس نے اپنے ساتھیوں کو پریشان
دیکھ کر پوچھا -
"معلوم ہوتا ہے اسلامی لشکر ہم پر حملہ کرنے والا ہے"

مسلمانوں کی وحشت کچھ اس طرح دشمنوں کے دلوں میں
سمائی ہوئی تھی کہ وہ ایک ساتھ بول اٹھے۔
" تو پھر انتظار کس بات کا ہے ۔ ان کے حملے سے پہلے حملہ
کر دو ۔" مسلمہ ابن کذاب نے حکم دیا۔
" شب خون مارا جائے سردار ؟ ایک سر پھرے نے
للکار کر کھینچ کر سوال کیا۔
" شب خون تو وہاں مارا جاتا ہے جہاں لشکر بند کے
سو رہا ہو ۔" ابن کذاب کو غصہ آگیا۔ مسلمان تو ہر
وقت بیدار ہیں اور اگر تم بہادر ہو تو بڑھو اور انہیں ہمیشہ
کے لئے میٹھی نیند سلا دو۔"
" باغیوں کا دیوانہ لشکر دوڑ پڑا ۔ مسلمان خالد بن ولید کی
نصیحت سے مطمئن ہو کر آرام کر رہے تھے ۔ انہوں نے سوچا بھی
نہ تھا کہ کوئی چھاپہ مارے گا ۔ اچانک حملہ نے انہیں بوکھلا
کر سنبھلنا محال کر دیا ۔ اور وہ آنکھیں ملتے ہوئے اس طرح
بھاگنے لگے ۔ جیسے انہیں یہ یقین نہ آرہا ہو کہ ان پر حملہ ہو
رہا ہے ۔ !"
اور مسلمہ بن کذاب یہ سمجھا کہ میدان مار لیا۔ اور مسلمانوں
کی بچی ہوئی طاقت اس طرح ہمیشہ کے لئے توڑ دی ۔
" لیکن جنہیں خدا رکھتا ہے انہیں کون چکھتا ہے ۔ پھر

مسلمان تماشہ بھی تو نہیں تھے۔ جنہیں بآسانی ہضم کیا جاتا۔ وہ نہتے تھے۔ انہوں نے اپنے اسلحہ رکھ دیئے تھے۔ انہیں یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ رات کو بھی اُن پر حملہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے ان کی حالت پریشان کن ضرور ہو گئی۔ اور ایسا معلوم ہونے لگا جیسے اب کامیابی ممکن نہیں۔!"

مگر ٹھیک اسی وقت گرد اڑی اور ایک نوجوان فوجی اپنے کو چاروں طرف سے پیٹے اس طرح باغیوں کے لشکر میں گھس گیا۔ جیسے اس کی جان کوئی جان ہی نہیں ہے۔ ایک بار پھر زور و شور سے تلواریں چلنے لگیں اور زمین و آسمان میں نعرۂ تکبیر گونجنے لگا۔

"اللہ اکبر۔! اللہ اکبر۔!!"

اور خالد بن ولید غور سے دیکھنے لگے۔

"یہ اجنبی کون ہے۔؟"

"وہ اجنبی اس طرح تلوار چلا رہا تھا۔ جیسے بجلی چمک رہی ہو۔ اور اس نے باغیوں کے لشکر کو نماز فجر سے پہلے پہلے مار بھگایا۔ پھر اطمینان کی سانس لی اور خالد بن ولید کے قدموں پر سر رکھ دیا۔

"شاباش! تم نے بہت بہادری سے جنگ کی۔" انہوں نے شفقت سے ہاتھ پھیرا۔

"یہ سب کچھ آپ کا فیض ہے۔" اس نے سر جھکائے ہوئے
...اب دیا۔
"مگر فیض تو انہیں ہی پہنچ سکتا ہے جو قبول کرنے کے قابل
...ں اور تم بیشک ہر قابل ہو۔"
"کاش ایسا ہی ہوتا۔!"
"تو کیا تم سمجھتے ہو ایسا نہیں ہے۔"
"جب تک سند نہ مل جائے طالب علم اپنے کو کیسے لائق
...جھ سکتا ہے۔"
"تمہیں تو اللہ و رسولؐ کے دربار سے سند مل گئی ہے
...بھلا میں کیا سند دے سکتا ہوں۔"
"مگر اللہ و رسولؐ نے آپ کو ہمارا قائد و سپہ سالار بنا کر بھیجا
ہے۔ ہمارے لئے تو آپ کی سند بھی بہت بڑی چیز ہے۔"
اگر تمہارے خیال میں ایسا ہے تو میں خوش ہوں میرے
...سولؐ خوش ہیں اور میرا خدا تم سے خوش ہے۔"
"بس بس! میں نے بہت کچھ پا لیا۔ اب مجھے صرف ایک
...کی ضرورت رہ گئی ہے۔"
"کون سی چیز بتاؤ۔" اگر میرے امکان میں ہوگی تو میں
...ور دوں گا۔"
"میرا مطلب ہے کہ آپ میرے حق میں دعا فرمائیے۔!"

"میرا قلب تمہارے لئے دعایئں کر رہا ہے۔ خدا تمہیں دنیا میں جنت الفردوس عطا کرے۔

"اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہیئے کہ مجھے جنت میں وہ بھی ملے جو مجھ سے پہلے جا چکا ہے۔ اور جس کے جانے کے بعد میری زندگی بے نور ہو گئی ہے۔"

"کیا تمہارا کوئی عزیز اللہ کو پیارا ہو چکا ہے۔"

"جی ہاں۔"

"ذرا اس کا نام بتاؤ میں اُس کے حق میں دعائے مغفرت کروں گا۔"

"منصور۔!"

کہنے والے نے دبی زبان سے کہہ کر سر جھکا لیا۔

"منصور ؟ کون منصور۔؟؟"

"وہی جسے شہریار نے قتل کر دیا تھا۔ اور آپ اُس کے شہید ہونے کے بعد میری مدد کو آئے تھے۔!"

"تمہاری مدد کو۔"

خالد بن ولید گھبرا گئے۔

"جی ہاں میری مدد کو۔ آپ ہی نے تو مجھے میرے گھر تک پہنچایا تھا۔!"

"تو کیا تم گرد آفرید ہو۔ مرد کے بھیس میں۔ عورت

"جی ہاں میں آپ کی وہی کنیز ہوں۔"

"مگر تمہیں یہ سپاہیانہ لباس میسّر کہاں سے ہوا۔"

"تقدیر نے مجھے اس قافلہ میں پہنچا دیا۔ جو مدینہ سے آپ کی خدمت میں آرہا تھا۔ اور میں نے اسی قافلے کے ایک نوجوان کی خوشامد کرکے اپنی وضع بدلنے میں کامیابی حاصل کی۔ میرا جی چاہتا تھا کہ میں اسلام کے نام پر آپ کے قدموں میں فنا ہو جاؤں۔ مگر شاید موت مجھ سے روٹھی ہوئی ہے۔!"

"بہادر دوشیزہ۔ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ اور وہ وقت سے پہلے کبھی نہیں آسکتی۔ تم بھی موت کی تمنا نہ کرو۔ یہ ایک الہڑ چاہنے والی اور بے تکلف ہے جو بن بلائے آتی ہے۔"

"مگر منصور کے بعد میرا اس دنیا میں رہا کون ہے۔"

"مسلمان کو ہر حال میں خوش رہنا چاہیے۔ اور اگر تم مسلمان ہو چکی ہو تو میں۔۔۔ خالد بن ولید آگے کچھ اور کہنا چاہ رہے تھے کہ وہ درمیان میں بول اٹھی۔

"میں مسلمان ہو چکی۔ میں کلمہ پڑھتی ہوں آپ گواہ رہیں۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔"

"سبحان اللہ جزاک اللہ۔ تم کتنی بہادر اور خوش نصیب ہو۔ منصور کو پانے کے بجائے اللہ اور رسول کو پا گئیں۔ اور آج سے تم میری بہن ہو۔"

خالد گرا آزیدہ کو سہارا دے کر خیمہ میں لے گئے۔ اس بہادر عورت نے باغیوں کے نو منزدر چھکے چھڑا دیئے تھے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ زخموں سے نڈھال ہو رہی تھی۔ سپہ سالار لشکر اسلام نے اسے آرام سے گداز بستر پر لٹاتے ہوئے مشورہ دیا۔

"عورتوں پر جہاد ساقط ہے۔ اور تم بھی عورت ہو۔ تمہارا کام ہم لوگوں کے ہوتے ہوئے تلوار اٹھانا نہیں ہے۔"

"مگر میں اپنے جوش اسلامی کو کیسے دبا سکتی ہوں۔؟"

"دباؤ نہیں۔ بلکہ اس کا رخ موڑ دو۔ حضور اکرمؐ کے دور میں بھی عورتیں لشکر کے ساتھ رہا کرتی تھیں۔ مگر ان کا کام لڑنا نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ زخمیوں کی مرہم پٹی اور ان کی دیکھ ریکھ۔"

"میں اس خدمت کو اپنے لئے باعث فخر سمجھوں گی۔"

"اور اسی خدمت کے لئے تم مناسب بھی ہو۔ عورتوں کے دل فطرتاً نرم ہوتے ہیں۔ وہ جس اخلاق سے مجروح کے ساتھ پیش آسکتی ہیں اس اخلاق سے مرد نہیں آسکتے۔"

"مجھے سیف اللہ خالد بن ولیدؓ کی رائے سے اختلاف کی مجال نہیں ہے۔ مگر اس خدمت سے میرا مقصد مجھے حاصل نہ ہو سکے گا۔"

"کیا مقصد۔"

"وہی اپنے مرحوم منصور تک پہنچنا جو میری زندگی کا اصل مقصد ہے۔!"

"اب تم مسلمان ہو چکی ہو تمہیں اس انداز سے نہیں سوچنا چاہیئے۔
خالد بن ولید کے لہجے میں تصیحت کے آثار پیدا ہو گئے۔ اسلام میں خدا
رسولؐ سے محبت کی جاتی ہے اور ان کی مرضی پر سر جھکانا پڑتا ہے۔
خدا کا شکر ادا کرو کہ اُس نے جس نعمت سے تمہیں سرفراز کیا تھا۔ اسے
جامِ شہادت سے سیراب کر کے بلند تر کر دیا اس کی یاد میں رہنے کے بجائے
اپنے خالق کی یاد میں وقت گذارو جو قادر مطلق اور ہمیشہ زندہ
رہنے والا ہے۔"

گروآفرید ان کی باتیں غور سے سن رہی تھی۔ انہوں نے اپنی داڑھی
پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سلسلۂ کلام جاری رکھا۔

"مسلمان کسی نعمت کے ملنے پر شکر کرتا ہے اور اس کے چھن جانے
پر صبر۔ ایمان کی علامت صبر و شکر ہیں صاحب ایمان جانتا ہے رب بنا دیتا ہو"
پھر صدمہ کیسا رونا کس کے لئے اور غم اٹھانے کے کیا معنی! آج سے منصور
کا خیال اپنے دل سے نکال دو وہ تم سے بہت بلند جگہ پہنچ چکا ہے۔
تمہارا فرض تو بس اللہ کی یاد اور اللہ کے بندوں کی خدمت ہے۔"

"میری عزیزہ منصور کو چاہ کر کیا کرو گی فانی چیز سے محبت کرنا اپنے
آپ کو برباد کرنا ہے۔ محبت اس سے کرو جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ
رہے گا۔" یہ حسن و جمال۔! یہ رنگ و نہار۔!! یہ حسن و شباب !!!
یہ سب اسی کی کارفرمانیاں ہیں۔ ذرا سوچو تو ایسی جاذب نظر مخلوق کو خلق
کرنے والا خود کتنا جاذب نظر اور حسین ہو گا۔

سیف اللہ خالد بن ولید کی باتوں نے گرد آفرید کی روح میں روشنی کی لہر پیدا کردی وہ ذرہ سے آفتاب بن گئے اور سچ مچ یاد الٰہی میں ڈوب گئے۔ ڈوب گئے اور پتھر سے کندن بن گئے۔ کندن۔

☆

صبح ہو رہی تھی۔ اور باغیوں کے دلوں میں ہلچل پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ انہوں نے مسلمانوں کو شکست دینے کے لئے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ عرب کے شمال مشرق میں بغاوت کو کچلنے کے لئے اہل اسلام کو ایسے عرب قبیلوں سے لڑنا پڑا جو "حیرہ" کے ماتحت تھے۔ اور "حیرہ" پر ایرانی اثر تھا۔ چنانچہ عجمی گورنر نے اپنی پوری طاقت خرچ کردی لیکن پانسہ پلٹ گیا اور فتح کا خواب شرمندہ عمل نہ ہو سکا۔ مسلمانوں کی جیت ہونے لگی۔ اور باغیوں نے یہی سوچا کہ علم بغاوت بلند رکھنے کے بجائے سر اطاعت جھکا دیا جائے۔ اور تھوڑی سی مزاحمت کے بعد انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

جزیرہ نمائے عرب سے تمام بغاوت کے آثار مٹانے کے بعد خالد بن ولید نے ادھر کا رخ کیا تھا۔

اور ان چھاپہ ماروں کو زیر کرنے کی طرف قدم بڑھایا۔ جو مسلسل مسلمانوں

حملہ کر رہے تھے اور جنہوں نے سمجھ لیا تھا کہ رسول اکرم کے وصال کے بعد میدان صاف ہے۔ چنانچہ خراج دینا بند کر دیا تھا۔ جزیہ دینا موقوف کر دیا تھا۔ اور اسی طرح کے تمام فرائض ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حالات بڑے ابتر تھے اور جب کسی حکومت کے زیادہ تر ماتحت بغاوت پر آمادہ ہو جاتے ہیں تو اس کے قائم رہنے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا ہے۔ مگر خلیفہ اول ابوبکر صدیق کی یہی بہت دانائی اور ثابت قدمی ہے کہ وہ ان حالات سے بالکل نہیں گھبرائے۔ اور انہوں نے ہر طرف باغیوں کا سر کچلنے کے لئے فوجی دستے اپنے وفاداروں کی قیادت میں روانہ کر دئیے خالد بن ولید جس دستے کے قائد تھے اس میں مثنیٰ بھی شامل تھے اور یہ دستہ سب سے زیادہ کامیاب اور کامران ثابت ہو رہا ہے۔

حیرہ پر مسلمانوں کے قبضہ کرتے ہی ایرانی حکومت متزلزل ہو گئی۔ اسے وقت کی نزاکت کا شدت سے احساس ہوا اور اس نے محسوس کر لیا کہ اسلامی اسپرٹ بیحد جاندار اور قوی ہے

کے قبیلے والوں پر بھی کی گئی تھی باغی وہ بھی تو تھے۔ پھر اس
مالِ غنیمت ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا تھا۔

ان ہی دنوں ۲ سال چھ مہینے حکومت کرنے کے بعد
صدیق رضؓ کا انتقال ہوگیا۔

اور خلافت پر حضرت عمر فاروقؓ جلوہ افروز ہوئے۔ یہ ایک
فاتح اور صاحبِ عزم تھے۔ انھوں نے وہ سرگرمیاں
طور پر تیز کردیں جن سے اسلامی حکومت کا دائرہ وسیع ہو

خالد بن ولید ان کے اشارے پر شام حلب اور
فتح کرتے ہوئے آگے بڑھے۔

جنگ یرموک کے موقعہ پر رومیوں نے اپنی پوری
ان کے خلاف کھڑی کردی۔ انگریز مورخین بھی اس بار
متفق ہیں کہ تقریباً ڈیڑھ دو لاکھ فوج رومیوں کی تھی
میں شک نہیں کہ اسلامی تاریخ میں بھی خالد کا لشکر
کے اعتبار سے نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ اور تیس
ہزار سپاہی ان کی کمان میں ضرور تھے۔ لیکن ڈیڑھ دو
مقابلہ میں تیس پینتیس ہزار کی کوئی گنتی نہیں ہو سکتی۔ مگر
بن ولید کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں
اپنے مختصر سپاہیوں سے وہ کام لیا کہ رومیوں کے پیر
گئے۔ اور جس فتح کا مشکل ہی سے یقین کیا جا سکتا تھا

ن کو حاصل ہو گئی ۔ اور اس میں ان کی فوجی صلاحیت کیا
ں ہے ۔ جس کی نظیر کمیاب بلکہ نایاب ہے ۔"
طبل جنگ کی آواز سے میدان جنگ میں ایک ہیبت
تھی ۔
وحشی رومن زرہ بکتر اپنے قوی ہیکل جسم پہ چڑھالے
توں کے اس طرح خون کے پیاسے ہو رہے تھے کہ شاید
کا بچنا بھی محال تھا ۔
خالد بن ولیدؓ نے میدان کا رنگ دیکھا اور اپنے
ہیوں کو حکم دیا ۔
تم پیچھے ہٹو ۔"
کیا کہا ۔ ؟"
وہ گھبرا گئے ۔
مسلمان اور پیچھے ہٹیں ۔ یہ تو ان کی روایات کے خلاف

میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ مناسب اور بہتر ہے ۔"خالد بن
نے سمجھایا ۔
مگر یہ بھی تو سوچئے بہادر سپہ سالار تاریخ ہمیں کس
سے یاد کرے گی ۔" ایک جانباز تڑپ اٹھا ۔
فتح مند اور ظفر یاب قوم کے نام سے ۔" خالد بن ولیدؓ

نے جواب دیا۔

" لیکن فتح مند اور ظفریاب قوم وہ تو نہیں کہلا سکتی جو پیچھے ہٹ جائے۔"

" کبھی کبھی وقتی طور پر ایسا ہی کرنا پڑتا ہے۔ جس کا نتیجہ مفید ثابت ہوتا ہے۔"

" یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

" تعجب ہے کہ تم نہیں سمجھ رہے ہو۔ تمہارے سامنے رسول اکرم کی مثال موجود ہے۔ آخر صلح حدیبیہ سرکار نے کی ہی تھی۔ کہنے والوں نے بہت کچھ کہا تھا۔

" محمدؐ عیسائیوں سے ڈر گئے۔

" انہوں نے دب کر سمجھوتہ کر لیا۔

اپنی بات پر اڑے نہ رہے۔"

" لیکن تمہیں معلوم ہے کہ خدا نے اس صلح کو ان کی فتح قرار دیا تھا۔"

" یہ تو درست ہے۔۔۔۔"

" پھر تمہیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" خالدؓ نے درمیان میں بات کاٹ دی۔ مسلمان تو سنت رسول پر عمل ضروری سمجھتا ہے۔ اور تم بھی مسلمان ہو کیوں نہیں پیغمبر اسلام کی سنت پر عمل

" تو کیا ہم رومنوں سے صلح کر لیں۔"

نہیں بلکہ پیچھے ہٹتے جاؤ۔"

اور سپاہیوں نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔

رومیوں نے نعرہ لگایا "ہم نے بھگا دیا، ہٹا دیا۔ دیکھو ایک بھی بچ کر
نے پائے۔" ان کا پیچھا کرو اور انہیں فنا کر دو۔"

مسلمان پیچھے ہٹتے گئے اور دشمن آگے بڑھنے لگے۔ پیچھے ہٹنا
ان کے حوصلے بڑھا رہا تھا۔ وہ اپنی پوری تعداد کے ساتھ آگے
بڑھتے آرہے تھے۔

آخر ایک ایسا تنگ محاذ آگیا جہاں پر خالد بن ولید کی آواز
"شیرانِ اسلام بس! بہت پیچھے ہٹ چکے۔ اب آگے بڑھو
نعرہ تکبیر اللہ اکبر۔"!

مسلمانوں نے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ تنگ محاذ ان کے لئے
ثابت ہوا۔ اور دشمن کثرت کی وجہ سے تنگ محاذ میں پھنس
گئے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ اور نقل و حرکت
کے بجائے خود اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ بھاگنا چاہا
پر ایک گرنے لگا۔

اور خالد بن ولید کی حکمت عملی سے وہ مبارک گھڑی

جب قلت اکثریت پر فتح حاصل کر کے...... نعرہ تکبیر
نے لگی۔

"اللہ اکبر۔"

"اللہ اکبر۔"

اور پورا علاقہ حق کی آواز سے گونج اٹھا۔ جنگ پر موک... خالد بن ولید نے جیت لی اور سارے سپاہی ان کی اس... بوجھ کے قائل ہو کر ان کے گن گانے لگے۔

دس ۱۰

یہ گن گانا جہاں بہت سے لوگوں کو بھلا معلوم ہو رہا تھا وہاں
سے لوگوں کے دلوں میں چٹکیاں بھی لے رہا تھا ۔ اور آپس
تیں ہونے لگیں ۔

خالد بن ولید فتح کے نشہ میں مست ہو گئے ہیں ۔"

یاں ان کے پہلے سے تیور نہیں رہے ہیں ۔"

اب وہ اپنے کو سب سے بڑا جرنیل سمجھنے لگے ہیں ۔"

اور یہ باتیں ایک کان سے دس کان کے قاعدے پر پھیلنے

ایک روز مسلمان نماز عشا ختم کرکے اپنے گھروں ک
رہے تھے۔ مدینہ کی کسی قدر چوڑی سڑک پر چند لوگ جمع
ذکر کرنے لگے۔

"بھلا اب خالد بن ولید کسی کو کیوں منہ لگانے لگے۔"

"انہیں یہ وہم ہو گیا ہے کہ فتح ان کی کوششوں سے ہوئی"

"تو کیا اس میں کوئی شک ہے۔" ان کا ایک پرستار ی
بے قابو ہو گیا اور دخل در معقول کے قاعدے پر عمل کرنے لگا۔

"شک کیوں نہیں ہے"

ان کے مخالف بگڑے۔

مسلمانوں کا لشکر اور اسلام کا نیک جذبہ شامل ح
ہوتا تو کوئی تدبیر بھی نہ بنتی۔"

"خاموش رہو۔ ایسی گستاخی ان کی شان میں گستاخی نہ کر

"مگر تم ہوتے کون ہو ہمیں روکنے والے۔"

"کیوں نہ روکیں گے۔ ہمارے کان ایک فاتح عظیم
توہین برداشت نہیں کر سکتے۔"

"مگر ہم جو سچی بات ہے ضرور کہیں گے۔"

"اس کا نتیجہ بخیر نہ ہوگا۔"

"نہ ہو۔!"

بات بڑھنے لگی۔

خلیفہ ثانی جو راتوں کو بھیس بدل کر گشت لگایا کرتے تھے

ایک بزرگ کے روپ میں ظاہر ہوئے اور بیچ بچاؤ کرنے

میں کامیاب ہو گئے۔

"لیکن یہ بات ان کے دل میں کھٹکنے لگی۔

خالد بن ولید کو کچھ دن بعد لوگ پوجنے لگیں گے۔" اور

یہ اسلام کے سراسر خلاف ہوگا۔"

چنانچہ انہوں نے دربار عام میں دونوں گروپ کے

لوگوں کو جمع کیا اور پوچھا۔

"تم خالد بن ولید کو فاتح سمجھتے ہو۔"

"تمہارا خیال ہے کہ یہ ساری برکتیں ان کی لائی ہوئی ہیں

"بیوقوفو! وہ اللہ کی تلوار ہیں۔ اصل میں کرم تو اللہ

کا ہے۔"

اور پھر وہ ان کے مخالف لوگوں کی طرف مخاطب ہوئے۔

"خالد بن ولید سے کیا شکایتیں ہیں۔

بغیر کسی خوف کے بیان کیا جائے۔"

"وہ مغرور ہیں۔

ایک نے چارج لگایا۔

"کسی کو اپنی گرد میں نہیں لگاتے۔"

دوسرا بولا۔

"وہ اپنے مقابلہ میں دوسروں کا احترام نہیں کرتے ۔

" ایک صاحب اور بولے ۔

انہوں نے مالِ غنیمت تقسیم کرنے میں دیر کی ۔ "

یہ سب باتیں سننے کے بعد حضرت عمر فاروق رضؓ کی پیشانی پر تفکر کی لکیریں نمودار ہوگئیں ۔ وہ چند لمحوں تک یہ سوچتے رہے کہ خالد بن ولید کی وجہ سے دو پارٹیاں پیدا ہو رہی ہیں اس سے اسلام کے کاز کو نقصان پہنچنے کا شدید اندیشہ تھا ۔ اس لیے انہوں نے کچھ دیر غور کرنے کے بعد کہا :

خالد بن ولید کے برسر اقتدار رہنے سے مسلمانوں کے عقیدے میں خرابی آنے کا احتمال ہے ۔ لہٰذا میں ان کو سپہ سالاری سے سبکدوش کر رہا ہوں ۔ اور ایک سپاہی کی طرح انہیں اسلامی حکومت کی بقا کے لیے کام کرنے پر زور دے رہا ہوں ۔ "

" انشاء اللہ آپ کا یہ غلام ایک ادنیٰ سپاہی کی طرح بھی خدمت کرے گا ۔ مسلمان عہدہ نہیں چاہتا ۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے ۔ "

اور پھر انہوں نے ایک سپہ سالار کا لباس اتار کر عمر فاروق کے قدموں میں ڈال دیا ۔

" حاضر ہے یا امیر المومنین آپ جسے چاہیں یہ چیز دے دیں ۔ اور مجھے صرف اللہ و رسول کی محبت مرحمت فرمائیں ۔

ان کی عمر کا سارا حصہ یادِ الٰہی میں اور اسلام کے ایک وفادار سپاہی کی حیثیت سے گزرا۔ وہ بلا شبہ سیف اللہ تھے

خالد بن ولید !
" زندہ باد !! "

(تمت بالخیر)

ناول

نام کتاب	نام مصنف	قیمت
دیوتا کی عورت	دت بھارتی	1/0
نیلی ہرن	کرشن چندر	2/0
لاجی بینکا	عادل رشید	1/0
چشمے کا پتھر	اے حمید	1/0
اندیرا	بنکم چٹرجی	1/0
گرہ داہ	شرت چندر	1/0
دھاماگری	اکرم الہ آبادی	1/0
ایک جام ایک لڑکی	امرتا پریتم	1/0
اداس تنہائیاں	ٹھاکر پونچھی	1/0
آسمان	جمیل انجم	1/0
مسکراتی زندگی	کوثر چاندپوری	1/0
ربڑ کی عورت	کرشن چندر	1/0
ائیرہوسٹس	دت بھارتی	1/0
ہیرو	رشید مدراسی	1/0
نیلی آنکھیں	کاملدار الدنی	1/0
اک کلی نازک سی	نعمی صدیقی	2/0
دی	اکرم الہ آبادی	1/0
غازی صلاح الدین	ضیا عظیم آبادی	1/0
شام غزل	کوثر چاندپوری	1/0
رعنا	نذیر امتیاز	2/0
چاندنی راتیں	مضطر ہاشمی	1/0
شب آرزو	حاجرہ نازلی	1/0
کالے داکرے	اظہار اختر	1/0
معرکہ کربلا	ضیا عظیم آبادی	1/0
اک بوند لہو کی	جوگندر پال	1/0
فورٹ کرناک	اکرم الہ آبادی	1/0
پھول اور تنہائیاں	اختر عادل ردپ	1/0
بدنام	مضطر ہاشمی	1/0
کرشن چندر کے افسانے	کرشن چندر	1/0
انتظار	مضطر ہاشمی	1/0
کرسٹین کیلر	پردیپ	1/0
دور کنارا	نانک سنگھ	1/0
مجرم	مضطر ہاشمی	1/0
میرے محبوب	حامد رشید	1/0
نشیمن	عابدہ حجاب	1/0
خونی شہاب	دیپ دیوہ دانوی	1/0

پتہ مشورہ بک ڈپو، رام نگر کرشن نگر دہلی ۵۱

ایشیا کے ایک عظیم مصنّف کے قلم کا نیا موڑ

اچھوتے جذبات خیز رومانی ناولوں کا نیا سلسلہ

پریم دوت
کے
قلمی نام سے

پریم دوت (پیار کے پیامبر) کے دو شاہکار ناول

برکھا بہار

تصویر مسکرا دی

بہت جلد مشورہ پاکٹ بکس میں پیش کئے جا رہے ہیں — اگلے سیٹ کا انتظار کیجئے اور اپنے آرڈر ابھی سے بک کرا دیجئے!!

اردو کی
اولین
پاکٹ بکس

ناشران
مشورہ بک ڈپو

مشورہ بکس